دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا
علمی و دینی مجلہ
الحق
ماھنامہ
بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

مطبوعاتِ مؤتمر المصنّفین

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی مجلد ترتیب و تحشیہ: مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعواتِ حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ: مولانا سمیع الحق	//	// //	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہل حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	//	// //	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصر حاضر مجلد	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	//	// //	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروان آخرت مجلد	//	// //	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	//	// //		
۱۱۔ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	//	// //	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	//	// //	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	//	// //	—	—
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	//	// //	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	//	// //	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (مجلد)	//	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ (مجلد) جلد دوم	//	// //	۲۷۲	۵۶ روپے

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۹۔ اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۱۶
۲۰۔ امام اعظمؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست	//	// //	۶۴	۶
۲۱۔ خطباتِ حقانی (جلد اول)	//	// //	۱۲۵	۱۸
۲۲۔ کتابت اور تدوینِ حدیث	//	// //	۴۸	۷
۲۳۔ عہدِ حاضر کا چیلنج اور امت مسلمہ کے فرائض (مجلد)	//	// //	—	
۲۴۔ مردِ مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	//	// //	۳۲	۵
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	//	// //	—	—
۲۶۔ د امام اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	//	// //	—	—
۲۷۔ کشکولِ معرفت	//	// //	۱۱۲	۲۴
۲۸۔ الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	//	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید		۱۲۰ ر
۳۰۔ برکۃ المغازی	//	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان		—
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ ر
۳۲۔ ارشاداتِ حکیم الاسلامؒ	//	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ		۷ ر
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمن	۹۶	۱۳
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	//	// //	۱۴۴	۲۴
۳۵۔ دفاعِ ابوہریرہؓ	//	// //		
۳۶۔ افاداتِ حلیم	//	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ ر
۳۷۔ حیات صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبوی)		// //	۵۱۲	[illegible]
۳۸۔ فضائل و مسائل جمعہ		مولانا میاں محمد گل حقانی	۹۶	۴۴ ر

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مؤتمر المصنّفین ○ دارالعلوم حقّانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ
جون ۱۹۹۴ء

بانی
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر: عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم۔ شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۴۳۵ / ۰ / ۳۴۰
کوڈ نمبر۔ ۰۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز ———— ادارہ ۲
گورنر پنجاب کا قرآنی احکام کو چیلنج
سال نو کا بجٹ یا ناقہ ترقی واستحکام کے عمل سے ملی تشخص کا اغواء ۵
تعامل اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی ———— مولانا سمیع الحق
(مروجہ متعہ کا شرعی حکم اور مفصل بحث)
حدیث ماننے کے آداب ———— علامہ ڈاکٹر خالد محمود ۱۹
مسلمانوں میں تبلیغ عیسائیت کی تدبیریں ———— جی ایل شتر لیں ۳۱
ابن قرقول اور ان کی کتاب "مطالع الانوار" ———— ڈاکٹر محمد ادریس زبیر ۳۵
حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے کی سازشیں ———— حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر ۴۳
آداب طعام اور انکی معنویت ———— سید جلال الدین عمری ۴۷
افکار وتاثرات ———— قارئین بنام مدیر ۵۷
شمالی علاقہ جات ۔ بھارت کی جنگی تیاریاں ———— مولانا زاہد الراشدی / مفتی عمر حیات
فحاشی وعریانی کے خلاف اقدام / صوفی رشید احمد کا انتقال ———— ڈاکٹر وسیم اختر / مولانا ولی محمد
تعارف وتبصرہ کتب ———— عبدالقیوم حقانی ۶۳

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۲/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۔ ۔ ۔ پرنٹر
سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

گورنر پنجاب کا قرآنی احکام کو چیلنج
۹۵-۱۹۹۴ء کا بجٹ یا ناقۂ ترقی و استحکام کے محمل سے ملی تشخص کا اغواء

صوبہ پنجاب کے گورنر چودھری الطاف حسین نے جنگ میگزین ۱۰ جون ۱۹۹۴ء روزنامہ جنگ کے عنوان کے مطابق ایک سیاسی اور فقہی انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے" قرآن مجید کی قطعی نص فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان (بقرہ) کے باوصف انکار پر اصرار اور دلائل کی یہ مار سے چودھری صاحب کہاں جا پہنچے، ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں، مسئلہ کی حقیقت کیا ہے قرآن و حدیث کے قطعی نصوص اور واضح ترین ہدایات کے پیش نظر مزید بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں ہے البتہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا، مگر یہ بھی کوئی نئی اور انہونی بات ہرگز نہیں حکمران جماعت کے ارباب فکر و دانش روز اول سے تشکیک کی مہم میں مصروف ہیں اعلیٰ قیادت سے لے کر اونیٰ صحافیوں اور کالم نگاروں تک اپنے بیانات۔ انٹرویوز۔ تحریروں اور ادبی و علمی مباحث کے راستہ سے دینی عقائد، قرآنی تعلیمات، قطعی نصوص، حدود و احکام تاریخی مسلمات، اسلامی شخصیات، اخلاقی قدروں، اجتماعی اصولوں اور اخلاق عامہ سب چیزوں کو مشکوک اور ناقابل اعتبار قرار دے رہے ہیں نہ صرف ان کے اسالیب بیان بلکہ ان کے محرکات و عوامل بھی اکثر مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ یہ کام محض تجدد پسندی کے شوق اور یورپ کی انتہا پسندانہ تقلید میں کرتے ہیں کبھی محض شہرت پسندی اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ہر دلعزیز و مقبول ہونے کے لیے، کبھی اپنے آقایان ولی نعمت کی خوشنودی کے لیے کبھی دینی قوتوں کو آزمانے اور مستقبل میں اپنا راستہ بنانے کے لیے، کبھی اپنی سیاست چمکانے اور مالی منفعت کے حصول کے لیے اور کبھی اس کے پیچھے عجلت پسندی اور چھپنے اور اخبار میں سرخی اور تصویر لگنے کا شوق ہوتا ہے۔

اب کے یہ صریح کفریہ بیانات اور اس نوعیت کے اقدامات اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ ملک کا اقتدار اعلیٰ اور سیاسی قیادت ملک کو لادینیت، مادر پدر آزاد معاشرت و نامذہبیت اور مادیت و عریانیت کے راستہ پر ڈال رہی ہے۔ اور جلد سے جلد مذہب و معاشرہ کی اصلاح کے عنوان سے ملک کو مکمل طور پر

مغرب وار تداد کے سانچہ میں ڈھال دینے کا ضروری کام شروع کر دیا ہے ان کے بیانات دعاوی دلائل اور دین اسلام سے متعلق حرکات و سکنات بڑے بھدے اور بھوہڑ معلوم ہوتے ہیں جن کو ان کے ارادہ و شعور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اس بات کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ وہ ہر کام سمجھ بوجھ کر کر رہے ہیں اور اپنے مقصد سے واقف ہیں لیکن درحقیقت وہ اپنے مقصد کو سمجھے بغیر زعم خودنمائی اور خود بینی کی دنیا میں گم ہیں۔

ان کے یورپین اور متعفن دماغ میں اسلام کی جو تصویر ہے وہ بالکل مسخ شدہ اور بگڑی ہوئی ہے۔ یہ حکمران جماعت کی ایک وسیع فکری، ثقافتی علمی اور دینی ارتداد کا پیش خیمہ اور مستقبل کا آئینہ ہے جس کا تدارک حکومت کی بڑی سے بڑی انتظامی کامیابی جماعتی تفوق، حکومتی استحکام و سربلندی مضبوط سے مضبوط کرسی اور اقتدار اور عظیم سے عظیم تر سیاسی پالیسی اور کامیاب معاشی صنعتی انقلاب اور نظامی منصوبہ بندی سے بھی نہیں ہو سکتا یہ اتنا بڑا خسارہ ہے جس کے مقابلے میں کوئی خسارہ نہیں اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ موجودہ حکومت کو بھی اپنے پیشرؤں کی طرح ذلت پر ذلت اپنے مسائل و مقاصد میں ناکامی پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے اور نتیجۃً وہ بھی حسب روایت دائمی اختلاف و انتشار اور ذلت و ادبار کا شکار ہو کر رہ جائیں۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آئے قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایٰت ربھم ولقاءہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیٰمۃ وزنا۔

اب بھی وقت ہے گورنر پنجاب علی الاعلان توبہ کریں اور حکومت ایسے بیانات سے براءت کا اعلان کرے ورنہ لئن لم ینتہ لنسفعاً بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ (الآیۃ)

حسب معمول حکومت نے مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کا سالانہ بجٹ پیش کر دیا ہے۔ بجٹ کا عمومی جائزہ و تجزیہ اور نتائج و اثرات کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ملک کے نظریاتی اساس کے تحفظ، نظریہ پاکستان کی تکمیل، ملکی معشیت کا سنبھالا اور عام شہریوں کی ضروریات اور ان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ان کے حالات بہتر بنانے کے ٹھوس اقدامات کے سوا سب کچھ ہے۔

ان غلطیہائے تقریر و تشہیر اور تخمینہ ہائے بجٹ و تعبیر کو دیکھ کر یہ گمان یقین میں بدل جاتا ہے کہ ارباب اختیار و اقتدار مصلحتوں کا شکار ہیں صداقتوں کو عموماً دفنانے کی کوشش کی جا رہی ہے بہتانوں کو اچھالا جا رہا ہے تاکہ لوگ مغالطوں کو من و عن تسلیم کر لیں۔ موجودہ حکومت بھی غریبوں کی ہمدردی کے تمام تر دعووں کے باوصف عقلاً اور معنیً بے نقاب ہو گئی ہے اس کے مستقبل کے تمام سیاسی خدوخال آشکارا ہو گئے ہیں

اوراب مسلمان یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا وجود ان کی وحدت ملکی استحکام، قومی معیشت اور اسلام کی مرکزیت کے لیے مہلک و مضر ہے۔

جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں یہ پراپیگنڈہ کا دور ہے اور پراپیگنڈہ ایک ایسا لفظ ہے کہ دوسری تمام زبانیں اس وسیع المعنی لفظ کا مترادف نہیں پیدا کر سکی ہیں۔ اکثر جھوٹ ملمع سازوں کی بدولت سونا ہو کر چمک اٹھتے ہیں۔ اس زمانہ کی بے شمار حقیقتیں فریب پہ استوار ہوئی ہیں۔

یہ قرطاس وقلم اور الیکٹرانک میڈیا کی رونقوں کا زمانہ ہے طلاقت لسانی اور چرب زبانی اس کا جوہر ہے حقائق وبصائر کے اعتراف کا دور نہیں۔ تاریخ کی جگہ افسانہ، تذکرہ کی جگہ کہانی، واقعات کی جگہ قیاسات اور حقائق کی جگہ بناوٹوں نے لے لی ہے۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہماری آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کے مشابہ ہے مگر بات بہر حال یہی ہے ،سچ بولنا بڑا خطرناک ہے سچ سے زیادہ کوئی شی کڑوی نہیں سچ بہر حال سچ ہے لیکن ہر وقت اور ہر مقام پر سچ بولنا بالخصوص سیاسیات میں مہلک بھی ہے اور مضر بھی سچ کے لئے ہمیشہ دو کی ضرورت ہے ایک وہ جو سچ بولے دوسرا وہ جو سچ سنے، سچ تب ہی مکمل ہوتا ہے یہاں سچ بولنے والے کم ہیں لیکن سچ سننے والے کمیاب بلکہ نایاب اکثر سچائیاں اس لیے ناکام ہوگئیں کہ ان کے پاس طاقت نہ تھی بیشتر جھوٹ اس لیے سچ ہوگئے کہ انہیں طاقت نے پروان چڑھایا۔ بجٹ تقریر اور ارباب اقتدار کے قصیدے سن سن کر یہ حقیقت ابھر ابھر کر سامنے آرہی ہے کہ آج کل بھی سچائی قوت کی مرضی اور حق طاقت کی خواہش کا نام ہوگیا ہے بلاشبہ ہم آزاد ہیں اور قومی معیشت میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے دعویدار ہیں مگر ہماری نظریاتی اساس، ہماری آزاد معشیت ہمارا قومی وقار اور ہمارا ملی تشخص ناقہ ترقی واستحکام کے محمل سے اغوا کر لیا گیا ہے اور اغوا بھی ان لوگوں نے کیا ہے۔ جن کا ضمیر وخمیر مغربی فکر وفلسفہ کی یلغار اور امریکی استعمار کے ہاتھوں مکمل طور پر رھن ہوچکا ہے۔ ایسے حالات میں کیا کسی خیر کی توقع کی جا سکتی ہے کیا بجٹ میں کسی بھی عنوان سے قوم کو یہ باور کرایا جا سکتا ہے جس میں دین اسلام کے نفاذ وترویج اور کم از کم تعلیم وتبلیغ، نظریاتی اساس کی پاسداری ملی تشخص کے بقا وامتیاز اور غریب شہریوں کی معیشت کے استحکام کا کوئی مثبت پہلو نکلتا ہو۔

؎ وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

(عبدالقیوم حقانی)

درسِ ترمذی شریف

افادات: حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی
ضبط: مولانا عبدالقیوم حقانی

نظامِ اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

اہلی اور وحشی گدھوں اور مروجہ متعہ کا شرعی حکم اور مفصل بحث

باب ماجاء فی لحوم الحمر الاھلیۃ عن علی نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن متعۃ النساء زمن خیبر وعن لحوم الحمر الاھلیۃ۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور اہلی گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

لحوم الحمر اھلیہ یعنی اہلی گدھوں کے گوشت کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ آیا ان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ ابواب الاطعمہ ہیں لہٰذا ان ابواب میں کھانے پینے اور ان کے متعلقات کے احکام بیان کیے جارہے ہیں۔ دیگر مسائل کا بیان بھی ضمناً آجاتا ہے مثلاً یہاں متعۃ النساء کا ذکر بھی آیا ہے اور یہ بھی حدیث باب کا ایک حصہ ہے مسئلہ متعۃ النساء کی بظاہر ابواب الاطعمہ سے مناسبت نہیں ہے کیونکہ متعہ ایک عمل ہے اکل و شرب نہیں مگر چونکہ حدیث میں اس کا ذکر بھی آگیا ہے لہٰذا اس کی توضیح بھی عرض کی جائے گی۔

حدیث میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک لحوم الحمر اہلیہ (اہلی گدھوں کے گوشت کا حکم اور دوسرا متعۃ النسأ عورتوں سے متعہ کرنے کا مسئلہ۔

گدھوں کے اقسام و احکام

گدھوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ جو انسانی آبادی میں رہتے ہیں یعنی انسان اُن کی نگہداشت کرتے، پالتے اور ان سے کام لیتے ہیں گھروں میں زمینوں اور کھیتوں میں انہیں رکھتے ہیں، ان کو اہلی گدھے کہتے ہیں۔ ان کے اہلی ہونے کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ وہ بھی ایک گونہ گویا اہل کا ایک حصہ ہیں جو امور بار برداری کا ایک لازمی جزء ہے اب ترقی یافتہ دور میں گاڑیاں اور ڈاٹسنیں آگئی ہیں مگر ماضی میں گھریلو امور، سواری، بار برداری کے اکثر کام گدھوں سے لیا جاتا تھا گھر کے افراد اور اہل و عیال ان سے کام لیتے تھے، اس لیے اہلی کہلائے چونکہ ان گدھوں کا تعلق انسانوں کے ساتھ ہے وہ انسان کے خادم

آئے ہیں کہ دنیا ایک منفعت کی جگہ ہے اس کا فائدہ اور اس کا ظاہری نفع خاص وقت تک حاصل کرو۔ اسی طرح مرد عورت سے کہتا ہے کہ اتمتع بكِ كذا امدة كذا یعنی میں تم سے اتنی مدت تک اتنے مال کے عوض مجامعت کا فائدہ حاصل کرتا ہوں۔ اس میں وقت کی تقیید ہے گو وہ ایک لمحہ ساعت واحدہ کے لیے کیوں نہ ہو الی ساعۃ کہا یہ متعہ ہوا الی اسبوع کہا متعہ ہوا، الی عشرۃ سنین کہا متعہ ہوا جو لوگ متعہ کے جوازکے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب متمتع بہا عورت مرد کی تحویل میں آگئی جب مدت پوری ہوئی تو خود بخود دونوں میں تفریق آجاتی ہے طلاق کی اس میں ضرورت نہیں ہے، فقہائے اس کی منقر مگر تعریف یوں کی ہے وھو تزویج امراۃ الی اجل فاذا انقضیٰ وقعت الفرقۃ۔ متعہ میں کسی گواہ، شاہد، قاضی، وکیل اور اعلان اور مناکحت بلکہ کسی تیسرے آدمی کے باخبر ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ متعہ کرنے والے مرد پر عورت کے نان نفقہ اور لباس رہائش وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی بس مقررہ اجرت ہی ادا کرنی ہوتی ہے جب مقررہ مدت یا وقت ختم ہوجاتا ہے تو متعہ بھی ختم ہوجاتا ہے چنانچہ شیعہ عقیدے کے مطابق متعہ اور نکاح میں فرق یہ ہے کہ متعہ کا مقصد جنسی لذت کا حصول ہے جبکہ نکاح کا مقصد تولید نسل ہے متعہ دیگر الفاظ اور معانی میں بھی مستعمل ہے گویا متعہ کے تین اقسام ہیں۔

متعہ کی تین اقسام

(۱) ایک متعۃ النکاح ہے یہ وہی ہے جس کا ابھی ذکر ہوا جس میں توقیت اور تحدید اور تقیید اسی وقت معین ہو جائے اس کو متعۃ النساء بھی کہتے ہیں۔

(۲) ایک متعہ الطلاق ہے قرآن میں طلاق کے احکام و تفصیلات آئی ہیں جب مرد نے عورت کو طلاق دیدی اور دونوں میں فراق آگیا تو فمتعوھن وسرحوھن سراحاجمیلاً کا حکم ہے عورتوں کو ان کا اپنا مہر دے دو اور مزید زوائد و احسانات کرو تحفے تحائف اور نذرانے دے دو جھگڑنا اور دیا ہوا مہر چھین لینا اخلاق و مروت کے خلاف ہے۔

وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ــــــ وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ اس جانب اشارہ ہے کہ تمہارے درمیان رشتہ ازدواج باہمی مروت و اخلاق کا رشتہ ہے تم ایک دوسرے کا لباس ہو اب جب تمہارا جوڑ نہ آسکا اور بامر مجبوری تفریق ہوگئی ہے تو ایک دوسرے کے دیئے ہوئے حقوق حتیٰ کہ مرد کے لیے عورت کو دیا ہوا مہر چاہے سونے چاندی کا ڈھیر کیوں نہ ہو، واپس چھین لینا درست نہیں ہے مروت کے بھی خلاف ہے۔

(۳) تیسرا متعہ الحج ہے متع ایک چیز سے نفع حاصل کرنا ہے جب حاجی حج کے لیے چل پڑتا ہے گو وہ ایک سفر میں دو ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے حج کے ساتھ عمرہ بھی کرنا چاہتا ہے ایک احرام میں عمرہ اور دوسرے میں حج دونوں حاصل کر لیے، اس کو تمتع کہتے ہیں جو حج کی ایک قسم ہے قران اور افراد اس کے علاوہ ہیں۔

ہیں اس لیے ان کو حمر اِنسیہ بھی کہتے ہیں جیساکہ حدیث میں حمر انسی کا ذکر آرہا ہے کیونکہ انہیں انسانوں کے ساتھ تلبس اور اُنس ہے وحشی نہیں ہیں یہ انسانوں کے مسخر اور تابع ہیں انسان کی مناسبت سے اِنسیہ ہمزہ کے زیر کے ساتھ ہے اور اُنس کی مناسبت سے اُنسیہ ہمزہ کے پیش کے ساتھ جن چیزوں کو انسان سے نفور ہے اور وہ انسانوں کے ساتھ نہیں رہتے، جنگلوں اور دشت وبیابان میں رہتے ہیں انہیں انسانوں سے وحشت ہے وحشی کہلاتے ہیں۔

حمر انسیہ میں بھی پھر دو قول ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ یہ انسان کو منسوب ہیں کہ انسیہ ہیں۔ (۲) دوسرا یہ کہ یہ لفظ اَنَسِیَہ ہے تو یہ اَنَسُ سے ماخوذ ہے اَنَسُ، اُنس الفت اور محبت کو کہتے ہیں یہ ضد الوحشت ہے جو حیوانات انسان کا کنٹرول قبول نہیں کرتے ان میں موانست، الفت اور اُنسیت نہیں ہے وحشت ہے۔ وحشی کہلاتے ہیں مگر اہلی گدھے انسان کے ساتھ رہتے ان کا کنٹرول قبول کرتے اور خدمت انجام دیتے ہیں اس لیے اِنسیۃ اور اُنسیۃ کہلاتے ہیں۔

وحشی گدھے کا حکم حُمُر وحشی (وحشی گدھے) حرام نہیں ہیں یہ ایک صحرائی حیوان ہے گندے عادات، نجاسات کا کھانا وغیرہ ان میں نہیں ہے اس کا کھانا جائز ہے جس طرح ہرن وغیرہ شکار کرکے ان کا استعمال حلال ہے یہی حکم جنگلی گدھے کا بھی ہے اس میں اہلی گدھے کے عادات واطوار اور دیگر معنوی وجوہ حُرمت نہیں ہیں۔ گندی چیزوں کے کھانے سے اجتناب کے ساتھ دیگر معنوی خرابیوں سے اللہ پاک نے اسے بچایا ہوا ہے مثلاً اہلی گدھے میں حماقت ہے ایسے حیوانات جن میں حماقتیں اور معنوی رذالتیں ہیں، مثلاً بعض میں نجاستیں ہیں بعض میں بے حیائی ہے مثلاً خنزیر وغیرہ بعض میں بدترین اخلاقی کمزوریاں ہیں بعض میں تخلیقی طور پر اللہ نے معیوب کمزوریاں رکھی ہیں کہ ان کے کھانے سے انسان میں بھی وہ کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اسلام نے ہمیں ان کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

آج بھی وہ لوگ جن کا عموماً شب وروز گدھوں سے تعلق ہے وہی ذریعہ معاش اور وہی ان کا بود وباش ہیں انہیں انسانی اخلاق واقدار سیکھنے اور دین پڑھنے کے مواقع میسر نہیں۔ صالحین کی صحبتیں میسر نہیں، اعلیٰ اخلاقی تعلیم کا اہتمام نہیں تو ان میں بھی وہی گدھوں کے اخلاق اور عادات واطوار پیدا ہو جاتے ہیں، وہی گدھوں والا اناڑی پن، وہی ہٹ دھرمی، وہی بے جا ضد اور وہی حماقتیں آپ ان میں مشاہدہ کرتے ہیں۔

اہلی گدھے کا شرعی حکم اور بیان مذاہب وادلہ یہاں حمر اھلیہ کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ ان کے گوشت کا کھانا جائز

نہیں ہے تمام ائمہ متبوعین اور جمہور کا بالاتفاق یہی مسلک ہے کہ لحوم حمر اہلیہ کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔
اگرچہ بعض روایات عدم جواز کی بھی بعض حضرات سے منقول ہیں مگر وہ شاذ اور ضعیف ہیں۔ مثلاً بعض مالکیہ حضرات کی جانب ان کے حلال ہونے کے اقوال منسوب ہیں وہ اپنے مسلک کا مستدل اور حلت کے لیے جن روایات سے استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا! میرے پاس تو گھر میں سوائے گدھوں کے کچھ بھی نہیں ہے گھر میں فقر ہے فاقہ ہے شدتِ جوع کی وجہ سے حالت سخت ہے۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اطعم اهلك من سمين حمرك فانما حرمتها من اجل حوالي القرية يعني الجلالہ (ابوداؤد) یعنی خود بھی کھایئے اور جو چریہ گدھے ہیں وہ اہل وعیال کو بھی کھلایئے۔ اس استدلال سے جواب یہ ہے کہ۔
(ا) اس نوعیت کی روایات کو جمہور اور محدثین نے شاذ اور ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایاتِ صحیحہ کثیرہ اور حرمت کے قطعی ادلہ کے خلاف ہیں لہٰذا انہیں مرجوح و متروک قرار دیا جائے گا۔
(ب) اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ حلتِ لحوم حمر اہلیہ کی روایات زمانہ قبل التحریم پر محمول ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی اور احکام ربانی کے مطابق محرمات کا اعلان وقتاً فوقتاً فرمایا کرتے تھے آپ کی بعثت سے قبل لوگ حلال وحرام کی تمیز نہیں کیا کرتے تھے، حلت وحرمت کے امتیاز کے بغیر ہر چیز کھایا پیا کرتے تھے۔
چونکہ لحوم حمر اہلیہ کی تحریم کا حکم ابھی تک نہیں آیا تھا اس لیے آپ نے بھی ابتداء میں ان کے کھانے سے منع نہ فرمایا پھر جب تحریم کا حکم آگیا تو آپ نے ان کی حرمت کا اعلان کر دیا لہٰذا اب ائمہ اربعہ اور جمہور کا لحوم حمر اہلیہ کی حرمت پر اتفاق ہے۔
(ج) نیز شارحین حدیث نے ابوداؤد کی مذکورہ روایت اور اس نوعیت کی تمام روایات کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے صاحب تحفہ نے اس پر واسنادہ ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

متعہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

باب کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر لحوم حمر اہلیہ کی حرمت کے ساتھ ساتھ متعۃ النساء کی حرمت کا بھی اعلان فرمایا۔
نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن متعة النساء متعہ نفع حاصل کرنے اور تمتع ایک چیز سے انتفاع کو کہتے ہیں۔ تمتعوا الى حين قرآن میں جگہ جگہ تمتع، متاع، استمتاع وغیرہ کے الفاظ

حج تمتع کا بڑا ثواب ہے احناف کے نزدیک حج تمتع افضل ہے۔ اسی طرح متعۃ الطلاق بھی محمود اور باعث اجر و ثواب ہے۔

متعۃ النکاح کا شرعی حکم

مگر متعۃ النکاح جمہور اہل سنت والجماعت اور آئمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے اس متعہ اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے زنا میں بھی یہی ہے کہ رقم کے بدلے ایک وقتِ معین تک غیر منکوحہ عورت سے استمتاع کا عہد ہے اور متعہ بھی یہی ہے پھر دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

اہل تشیع اس کی حلت اور جواز کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ نماز وضو، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی طرح اسے بھی ایک عظیم الشان افضل عبادت سمجھتے ہیں۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں متعہ جیسے شنیع افعال بھی شامل ہیں اور تقیہ جیسے بھی، جس میں نہ تو کوئی بات عقل کے موافق ہے اور نہ دلیل کے نہ اخلاق کے امام ابن تیمیہؒ اس وجہ سے اس کو بقلۃ الحمقاء کہتے ہیں یہ ایک خاص قسم کی گھاس ہے جو موزوں غیر موزوں کسی بھی جگہ بالخصوص نجس مقامات اور گندگی کے ڈھیر پر اگ آتی ہے اہل تشیع بھی بقلۃ الحمقاء کی طرح خودرو گھاس نجاست آلود فکری غلاظت اور ذہنی گندگی میں مبتلا ہیں۔

متعہ کے بارے میں شیعہ مذہب کی امہاتِ کتب میں جو فضائل اور اجر و ثواب کے وعدے مذکور ہیں ان کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین میں آیا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس نے امام حسینؓ کا مقام حاصل کر لیا جس نے دو دفعہ متعہ کیا حضرت حسنؓ کا درجہ پایا جس نے تین مرتبہ متعہ کیا حضرت علیؓ کے ساتھ درجہ میں برابر ہوا اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا العیاذ باللہ اس نے پیغمبر آخر الزمان کا مرتبہ پایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

متعہ کے جواز یا اس کے اجر و ثواب کی یہ باتیں زمانۂ جاہلیت کے شیعوں کی باتیں نہیں ہیں حیرت تو ہے کہ اب جو لوگ انقلابی ہیں خود کو اہل علم، دانشور اور سکالر کہتے ہیں وہ بھی اس کی تبلیغ واشاعت کرتے اور اسے اپنے لیے باعث اجر و ثواب گردانتے ہیں، حکومت ایران سرکاری مشن کے طور پر اس مہم پر کام کر رہی ہے

جن علاقوں میں متعہ کا رواج ختم ہو جائے تو شیعہ کہتے ہیں کہ مذہب کا ایک اہم حصہ اور ایک خاص سنت متروک ہو گئی ہے پھر اس کے احیاء کیلئے وہ جان کی بازی لگاتے ہیں۔ ایران میں شیعی مذہبی انقلاب آیا ہے وہ اسے اسلامی انقلاب کہتے ہیں وہ اپنے ریڈیو ٹی وی اور الیکٹرانک میڈیا میں اس کے جواز اور اجر و ثواب وفضیلت کے موضوع پر مستقل تقاریر نشر کر رہے ہیں۔ سرکاری ذرائع ابلاغ

اس کی بھرپور اشاعت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ متعہ کو زندہ رکھو اس کی احیاء کی تحریک چلاؤ اس میں شرم وحیا کی کوئی بات نہیں یہ دین کا حصہ اور ایک بنیادی چیز ہے اس کو بہرحال فروغ ملنا چاہیئے۔

ہندوستان میں لکھنؤ اہل تشیع کا مرکز ہوا کرتا تھا ان کے بڑے بڑے علماء اور مجتہدین کا تعلق لکھنو سے ہے تو انہوں نے بھی متعہ کے جواز اور بیان واجرو ثواب کو خصوصیت اور اہتمام سے بیان کیا ہے۔

شیعہ مذہب تین مذموم اصول

ویسے تو شیعہ مذہب کی بنیاد ہی خرافات پر ہے مگر ان کے تین بنیادی اصول اور نظریے ایسے ہیں جو کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہندو مت، سکھوں، یہودیوں، مجوسیوں اور عیسائیوں کے مذہب میں بھی جائز نہیں۔ یورپ وامریکہ کے حیاء باختہ تہذیبوں میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ شیعہ مذہب کا دوسرا بنیادی اصول سبّ اور تبرا ہے صبح وشام زندگی کے ہر موڑ اور ہر مرحلہ میں سب صحابہؓ ان کی عبادت کار خیر اور باعث اجر وثواب عمل ہے، خلاصہ اس کا گالی گلوچ بزرگوں اور گذرے ہوتے لوگوں پر لعن وطعن ہے۔

تیسرا اصول ان کا تقیہ ہے، یعنی جھوٹ بولنا وقت اور حالات کے ساتھ خود کو ڈھالتے چلو ضرورت پڑے تو عقیدہ بھی بدل دو جو مطلوب ہو وہ دل میں رکھو باقی ہوا کے رخ اور حالات کے موافق خود کو ڈھالتے اور بدلتے رہو یعنی جھوٹ، منافقت اور خوف ولالچ یہ کس قدر بزدلی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ ہے کہ ہر وقت حقیقت کو چھپائے رکھیں۔

اس مذہب کا خلاصہ

اسلام آباد میں ایک مرتبہ ایک بڑی سنی کانفرنس تھی جس میں ملک بھر سے علماء اہل سنت اور اکابرین تشریف لائے تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ بقید حیات تھے اور وہاں موجود تھے مسئلہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کے لیے اہل تشیع کی مذموم کوششوں اور شور وغوغا کارد اور فقہہ حنفی کی ترویج کے لیے اہل سنت کو بیدار کرنا تھا وہاں تقریر کے دوران مجھے خیال آیا تو میں نے اپنی تقریر میں موجودہ حالات میں سیاسی اور نئے انداز میں مجمع پر واضح کیا ــ کہ اہل تشیع ملک میں کس قانون اور کس فقہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ شیعہ نظام شیعہ قانون کا مطالبہ کرتے ہیں یعنی فقہ جعفریہ کا ــــ فقہ جعفریہ میں کیا ہے؟ تقیہ، سبّ وتبرا اور متعہ، تو فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبہ کا مطلب یہ ہوا کہ ملک میں زنا کی کھلی چھٹی دے دو جھوٹ کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور سبّ وتبرا گالی گلوچ کی مذموم اخلاقی برائیوں کی ترویج ہو۔

یہ مطالبہ تو انگریز بھی نہیں کرسکتے، عیسائی بھی نہیں کرتے، یہودی بھی اس کی جرأت نہیں کرتے ہندو بھی ایسے مطالبوں پر شرماتے ہیں۔ ایسا نظام جس میں سبّ وتبرا کی اجازت ہو، جھوٹ کو قانونی

تحفظ حاصل ہو اور زنا باعث اجر و ثواب ہو۔ دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی قوم بھی اس کا مطالبہ نہیں کرتی، جب کہ یورپ عملاً فحاشی میں ڈوبا ہوا ہے مگر اعتراف کرتے شرماتا ہے کجا کہ وہ اس فحاشی کو قانونی نظام بنانے کی بات کرے۔ اور اگر شیعہ نظام قانون اور ان کے بنیادی مذہبی عقائد میں یہ تینوں چیزیں نہیں ہیں تو پھر ببانگِ دہل اہل تشیع اعلان کردیں کہ فقہ جعفریہ میں متعہ، تبرا و سب اور تقیہ حرام ہے۔

بہرحال ائمہ اربعہ اور جمہور اہل سنت متعہ کی حرمت پر متفق ہیں۔

تاہم حضرت ابن عباس رضؓ سے جواز کا قول بھی منقول ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہیں ابتداء میں حرمتِ متعہ کا علم نہ تھا بعد میں جب دلائل واضح ہوتے گئے اور ان تک پہونچنے لگے تو انہوں نے بھی رجوع کرلیا۔ حضرت ابن عباس کے فتوی جواز کی حقیقت بھی ابھی عرض کیے دیتا ہوں۔

ایسی ہر شرط جس کا عقد مقتضی نہ ہو شرط فاسد کہلاتی ہے عقود میں شرائط فاسدہ نہیں قبول کی جاتیں۔ ایسے شروط لغو ہو جاتی ہیں مگر عقد فاسد نہیں ہوتا، شرط معتبر ہی نہیں، جب الغاءِ شرط کرلیا جاتے تو عقد اپنے حال پر باقی رہ جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہی مسلک ہے

متعہ کی قباحت کی ایک اور دلیل

ہے، صرف امام زفرؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بیع اور مالی معاملات شرائط فاسد کے ساتھ باطل ہو جاتے ہیں، جمہور احناف کہتے ہیں جب شرط لغو ہو جائے تو تجدید عقد کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر متعہ اتنا غلط اور اقبح عقد ہے اور اس میں الی مدۃ کذا ایسی مذموم شرطِ فاسد ہے کہ اس سے عقد بھی باطل ہو جاتا ہے اگر کسی نے متعہ کے طور پر نکاح کیا اور شرط کا الغاء کرلیا تو انہیں دوبارہ جدید نکاح کرنا پڑے گا۔ اس مسئلہ میں امام زفرؒ بھی جمہور احناف کے ساتھ متفق ہیں لہذا متعۃ النکاح سے ممانعت قطعی ہے۔

حرمت متعہ قرآن سے

قرآن کریم میں متعہ کی حرمت پر صریح نصوص موجود ہیں مثلاً:

۱۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ (مومنون ۷)

قرآن مجید نے یہاں حلت کی تمام صورتوں کو محصور کرلیا ہے استمتاع اور مجامعت صرف اپنی منکوحات اور مملوکات سے جائز ہے ملک رقبہ اور ملک بضعہ (بصورت نکاح) کے علاوہ ہر صورت فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون کے بموجب حرام ہے

قرآن حکیم کی اس آیت میں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ اہل اسلام کی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ فطری تقاضوں اور بشری ضروریات کے پیش نظر اپنی بیوی اور شرعی باندی کے سوا جماع حلال نہیں جو شخص بھی ان دو طریقوں کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت شیعہ مذہب میں بھی نہ تو شرعی باندی ہے اور نہ بیوی۔ اس لیے کہ متعہ میں نہ تو شہادت ہے اور نہ اعلان، نہ خاوند کے ذمہ نان نفقہ ہے نہ سکونت کی ذمہ داری ہے۔ ممتوعہ عورت کے ساتھ نہ تو طلاق ہے نہ لعان، نہ ظہار نہ ایلاء، اور نہ اس کے لیے عدت ہے اور نہ میراث ہے۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ (نساء ۳)

پس تم نکاح کرو جو عورتیں تم کو خوش آویں، دو دو، تین تین، چار چار۔

حق تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں شرعی نکاح کے لیے منکوحات کی حد مقرر کر دی ہے کہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں جب کہ شیعی متعہ میں نہ تو حد متعین ہے اور نہ کوئی عددِ خاص بلکہ جتنا زیادہ ارتکاب متعہ کرے گا اتنا زیادہ اجر و ثواب پائے گا۔

بلکہ اس رسم قبیح کے جاری ہونے اس کے فروغ و ترویج سے چند سال بعد نکاح کی بھی ضرور باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب لوگوں میں خالص دینی غرض، نسل و اولاد کی افزائش اور تکثیرِ امت کے جذبات ماند پڑ جائیں گے اور صرف نفسانی خواہش ہی اس کا ہدف ہو گی۔ تو یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہوتی ہے تو پھر اس کے لیے نکاح کی کیا ضرورت باقی رہ جائے گی۔

حرمت متعہ کا بار بار اعلان سابق نہی کا اعادہ اور تاکید تھی

متعہ کے بارے میں احکام شریعت سے قبل بعض لوگ جاہلیت کی عادی اور رسم و رواج کے موافق متعہ کر لیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ہجرت کے ساتویں سال خیبر کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لحوم حمر اہلیہ اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، اور حدیث باب بھی حضرۃ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

پھر اس کے بعد آٹھویں سال جنگ اوطاس کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں بعض نو مسلم لوگوں نے خیبر میں متعہ کی ممانعت سے لاعلمی کی وجہ سے متعہ کر لیا تھا۔ تو ان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخذہ نہ فرمایا لیکن اس کے بعد جب آپ مکہ معظمہ عمرہ کے لیے تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے دونوں بازو ہاتھ سے پکڑ کر یہ ارشاد فرمایا۔

"متعہ قیامت تک کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام کر دیا گیا ہے"

پھر جب غزوۂ تبوک پیش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیمہ کے قریب پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کون عورتیں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے (لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر) متعہ کیا (اس وقت یا کسی گذشتہ زمانہ میں (فتح الباری) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سخت ناراض ہوتے اور غصہ کی وجہ سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد متعہ سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رض کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی متعہ نہیں کریں گے۔ (کذا فی کتاب الاعتبار للامام الحازمی ص۱۸۰)

اس کے بعد پھر حضور نے حجۃ الوداع میں حرمتِ متعہ کا اعلانِ عام فرمایا تاکہ خواص وعوام سب کو اس کی قطعی حرمت کا علم ہو جائے۔

البتہ بعض حضرات کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین بار حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا ہے احلت مرارا ثم حرمت اخیرا حالانکہ روایات پر غور کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہی کے بعد یہ امر بالکل عیاں ہے کہ حرمت متعہ کا دوبارہ یا سہ بارہ اعلان تجدید تحریم نہ تھی بلکہ نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔

حضرت عمر فاروق رض کے زمانہ خلافت میں بھی جب بعض ایسے لوگوں نے جنہیں تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی اس کا ارتکاب کیا تو حضرت امیر المؤمنین رض سخت ناراض ہوئے اور حرمتِ متعہ کا اعلان فرمایا اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کر دوں گا۔ اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور تمام صحابہ کرام رض کا اس پر اجماع ہو گیا۔

ابن عباس رض کے فتویٰ جواز کی حقیقت

جواز متعہ پر حضرت ابن عباس رض کا فتویٰ جواز ہرگز مستدل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ لاعلمی کی وجہ سے جواز کے قائل تھے جب حقیقت حال منکشف ہوئی تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۱۴۷)

حضرت ابن عباس رض کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے ہوئی۔ آٹھ یا نو برس کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہے۔ ۸ ہجری میں اپنے والد حضرت عباس رض کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے جب کہ غزوۂ خیبر جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہو چکا تھا حضرت ابن عباس رض کی آمد سے پہلے ہو چکا تھا چونکہ آپ کو اس کا صحیح علم نہ تھا اور غالباً اولین حرمت کی اشاعت بھی تا ہنوز نہیں ہوئی تھی اس لیے ابتدا میں

حالتِ اضطرار میں متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔

بعد میں جب حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ نے متعہ کے متعلق قیامت تک کی حرمت اور ممانعت کی روائتیں حضرت ابن عباسؓ کو سنائیں تو ابن عباسؓ نے ان سے رجوع فرمالیا۔ حضرت علیؓ سے حرمت متعہ کی بے شمار روائتیں آئی ہیں مگر شیعہ حضرات متعہ کے اس درجہ شیدائی ہیں کہ حضرت علیؓ کی بھی نہیں سنتے۔ حضرت ابن عباسؓ کے جواز کا فتویٰ بھی صرف نکاحِ موقت کا تھا۔ جیساکہ تفصیلاً عرض کردیاگیا ہے۔

متعہ سے متعلق مزید توضیح

۱۔ متعہ سے مراد نکاح موقت ہو یعنی ایک مدت معینہ کے لیے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کیا جائے اور مدتِ معینہ کے گزرنے کے بعد بلا طلاق کے مفارقت واقع ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لیے ایک مرتبہ ایام ماہواری کا انتظار کرے تاکہ دوسرے کے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے ۔۔ فقط یہ صورت (متعہ بمعنی نکاحِ موقت کے) ابتدار اسلام میں جائز تھی جو بعد میں ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔

۲۔ متعہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک روز کے لیے انتفاع کروں گا اور اس کی تجھ کو اجرت دوں گا۔ تو یہ صریح اور عینِ زنا ہے۔ متعہ کی یہ صورت (جو اب اہل تشیع میں مروج ہے) کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی جس کو اب منسوخ قرار دیا جاسکے بلکہ متعہ مروجہ کی یہ صورت دنیا کے کسی بھی دین میں حلال نہیں ہوئی کیونکہ یہ صریح زنا ہے اور زنا کا کوئی مذہب قائل نہیں البتہ متعہ نکاح موقت کی صورت میں جس میں مدتِ معینہ کے لیے گواہوں کے سامنے ولی کی اجازت سے تعلق قائم کیا گیا ہو اور معینہ مدت کے گزر جانے کے بعد ایک حیض عدت گزاری جائے اسے زنا اور شرعی نکاح کے درمیان ایک برزخی مقام قرار دیا جاسکتا ہے جو نہ زناء محض ہے نہ نکاحِ مطلق، نکاحِ موقت کی یہ صورت نکاحِ حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت ہے جس میں گواہ کی اور ولی سے اجازت کی بھی ضرورت ہے۔ ایک مرد سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک مرتبہ حیض نہ آجائے اس وقت تک دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اس لیے کہ اس صورت کو محض زنا بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ایسے نکاحِ موقت میں اور نکاحِ صحیح و مؤبد میں صرف موقت و مؤبد اور میراث کا فرق ہے۔ باقی شرائط میں دونوں متفق ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح۔ ارشاد فرمایا! متعہ نہ زنا ہے نہ نکاح ہے۔ پھر سوال کیا گیا آخر وہ ہے کیا۔ فرمایا کہ۔ وہ متعہ ہے۔ میں نے سوال کیا۔ متعہ والی عورت پر عدت ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ متعہ کی عدت گزرنا

کے بعد اس پر ایک حیض کا انتظار واجب ہے میں نے سوال کیا وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ فرمایا نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۵ صہ ۱۳۲)

ابتدائے اسلام میں یہ صورت مروج تھی اور لوگ اس کو اس حالت میں جائز سمجھتے تھے جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر، حلال ہو جاتا ہے مگر بعد میں اسلام نے اس کو بھی قطعی طور پر حرام قرار دے دیا نکاح موقت کے ابتدائے اسلام میں جواز کا مطلب یہ ہے کہ آغازِ شریعت میں اس خاص صورت کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ شراب اور سود کے ابتدار اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ان کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جہاں تک شیعوں والا مروج متعہ یا ایرانی حکومت کا نافذ کردہ قانونی متعہ ہے کہ مرد کسی بھی اپنے پسند کی عورت سے گھنٹہ دو یا دن، دو دن کے لیے معاوضہ طے کر کے استفادہ کرے تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور تاریخ کے اوراق میں اس کا کوئی جواب نہیں کہ ابتدائے عالم سے تا ہنوز سوائے شیعہ مذہب اور ایرانی حکومت کے کسی بھی دین اور مذہب میں مروجہ شیعہ متعہ جائز نہیں ہوا۔۔۔ معاذ اللہ اگر شیعہ مذہب والا متعہ جائز قرار دے دیا جائے تو پھر نسب میں خلل واقع ہوگا۔ اولاد ضائع ہوگی وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی اور نہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ کون بیٹا ہے اور کون بھائی، نیز شریعت میں میراث، طلاق اور عدت کے جو مفصل احکام آئے ہیں وہ سب معطل ہو جائیں گے۔ شریعت نے جو نکاح میں چار عورتوں کی حد مقرر کی ہے وہ بھی معطل ہو جائے گی۔ کیونکہ متعہ میں نہ چار کی قید ہے نہ طلاق ہے نہ گواہ ہیں۔ نہ عدت ہے اور نہ میراث ہے۔ صرف ایک متعہ کے قائل ہونے سے قرآن و حدیث کے احکام کا ایک مفصل باب معطل ہو جاتا ہے بلکہ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ مرد اپنی حاجت متعہ سے پوری کرلیں گے اور عورتیں اپنے نان نفقہ اور دکھ درد کے مستقل کفیل اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی۔ چلتے پھرتے اوباشوں پر ان کی نظر ہوگی۔ اور جب دورِ شباب گذر جائے گا تو کون ان کا کفیل ہوگا۔

حرمتِ متعہ کی ایک وجدانی دلیل بھی ملحوظ رہے کہ۔

حرمتِ متعہ پر وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بہن بیٹی کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایتِ مسرت و انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب و احباب کو مدعو کرتا ہے۔ جب کہ متعہ کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی، ماں اور بہن کی طرف متعہ کی نسبت کرنے یا اس کے متوعہ ہونے پر عار محسوس کرتا ہے آج تک کسی بھی غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ

اس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر یہ کہا ہو کہ میری بیٹی، میری بہن یا میری بیوی نے اتنے متعے کیے ہیں نیز دنیا کے تمام عقلمند اور دانشور نکاح پر مرد اور عورت کو اور ان کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں مگر متعہ کے متعلق کبھی بھی مبارک باد دیتے نہیں سنا۔

آج کل ایرانی حکومت کی متعہ فروغ مہم نے تمام دنیا بالخصوص اہل مغرب کے علمی حلقوں اور تہذیبی واخلاقی اداروں کو چونکا کر رکھ دیا ہے۔ مغرب میں صنفی معاملات میں جو بے محابہ آزادی کا تصور پایا جاتا ہے لاریب! اس کے ساتھ اخلاقی فضیلت کا کوئی تخیل بھی وابستہ نہیں مگر اس کے باوجود ذہنی اور عقلی اعتبار سے شادی کے علاوہ تمام صنفی روابط (جو عملاً وہاں مروج ہیں) آج بھی وہاں اخلاقی اعتبار سے معیوب سمجھے جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر انہیں اپنے حکمرانوں اور سیاستدانوں میں ایسی کسی بھی سرگرمی میں ملوث ہونے کا پتہ چلتا ہے تو عوامی سطح پر ان کا کڑا احتساب کیا جاتا ہے بلکہ ایسوں کے لیے سیاست سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

حالت اضطرار میں جوازِ متعہ کی توجیہہ سے جواب

بعض لوگ حرمت متعہ کے اعلان کے بعض نو مسلم مرتکبین متعہ کے عمل سے استشہاد کرتے ہیں کہ یہ صورت اضطرار کی تھی اور حالتِ اضطرار میں متعہ جائز ہے۔ لہٰذا اب ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ کیا واقعتہً بھی یہ کوئی اضطرار ہے۔ اگر قدرے بھی عقلِ سلیم ہو تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ یہ کوئی اضطرار کی حالت نہیں، اضطرار تو موت وحیات کی کش مکش کو کہتے ہیں زندگی اور موت کی کش مکش میں ایسی چیز کا استعمال جس پر انسان کی بقا موقوف ہو جائز ہو جاتا ہے وہ چیز خنزیر کا گوشت کیوں نہ ہو۔

اسی طرح تداوی بالحرام کا مسئلہ ہے یہ بھی تب جائز ہے جب اضطرار کی حالت ہو ما جعل اللّٰہ فی الحرام شفاءً اللہ پاک نے حرام اشیاء میں شفاء رکھی ہی نہیں۔ ما خلق اللّٰہ داءً الا خلق لہ دواء۔ اللہ پاک نے بیماری پیدا کی ہے تو اس کے لیے دوائی بھی پیدا کی ہے۔

بہر حال بات یہ ہے، متعہ وزنا میں اضطرار کا تحقق ہوتا ہی نہیں۔ زنا نہ کرے تو موت واقع نہیں ہوتی، متعہ کیے بغیر ایک عالم زندہ ہے اور اگر شہوت کا غلبہ بڑھ جائے تو اس کا بھی اسلام نے طریقہ بتایا ہے۔ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فان لم یستطع فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء جب شادی کرنے کی طاقت ہو اخراجات ومصارف میسر ہوں تو اسے شادی کر لینی چاہیئے اور اگر شادی کی طاقت نہیں رکھتا تو غلبہ شہوت کا مقابلہ روزے سے کرے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔ روزہ انسانی فطرت کی حیوانیت اور بہیمیت کو دباتا ہے

شہوانی قوت اس سے ٹوٹ جاتی ہے۔

اوطاس وغیرہ تو میدانِ جنگ تھے شدت کی لڑائی تھی جنگ میں تو لوگ جان کی بازی لگاتے ہیں اپنے سروں کا تحفظ کرتے ہیں ہر وقت دشمن سے لڑائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسے میں کسی کو شہوت کا خیال کب آتا ہے۔

بہرحال یہ اضطرار نہ تو اوطاس میں تھا اور نہ یہ اضطرار خیبر میں تھا اور نہ شرعاً ایسا اضطرار معتبر ہے۔ اگر ایسا اضطرار تسلیم کرلیا جائے تو کسی بھی زانی پر مقدمہ درج کرکے حدِ زنا کا نفاذ ممکن نہ رہے گا کیونکہ وہ حالتِ اضطرار سے اس کی توجیہ کرکے اپنے لیے وجہ جواز کی راہ نکال لے گا۔

نوٹ:۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کے درسِ ترمذی کے یہ افادات کیسٹ سے نقل کرکے افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیے جا رہے ہیں اور آئندہ میں یہ سلسلہ جاری رہے گا، انشاءاللہ۔ (ادارہ)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود برمنگھم

حدیث ماننے کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ کے ارشادات کے سامنے اپنی بات نہ چلائے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو کسی مردِ مومن یا مومنہ عورت کو یہ حق نہیں رہتا کہ آپ کے ارشادات کے سامنے وہ اپنی بات چلائیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم (پ۲۲ الاحزاب ع۵)

ترجمہ: "اور نہیں کسی مردِ مومن کے لیے اور نہ کسی مومن عورت کے لیے اپنے معاملے کا کوئی اختیار بعد اس کے کہ خدا اور اس کا رسول اس کام کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کریں۔"

حدیث کو قبول کرنے کا جذبۂ اطاعت

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو قبول کرنے میں دل میں تنگی نہ ہونی چاہیئے مومن کو چاہیئے کہ آپ کے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول کرے اور آپ کے ہر حکم کو ظاہراً و باطناً تسلیم کرے۔ ایسا نہ کرے گا تو اس کے ایمان کا کہیں اعتبار نہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان یصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔

ترجمہ: "سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کا کہ آپڑے ان پر کوئی فتنہ یا پہنچے ان کو کوئی دردناک عذاب"[۱]

ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ فیصلے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنایا گیا جب دونوں آپؐ کی خدمت میں آئے اور مقدمہ پیش کیا تو آپ نے اس یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ وہ منافق اس فیصلہ سے مطمئن اور راضی نہ ہوا، اس نے کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں چلتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو فیصلہ کرنے سے پہلے اس یہودی نے بتا دیا کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس سے آرہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق سے اس بات کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عمرؓ تلوار لے کر آئے اور اس منافق کو تہ تیغ کر ڈالا اس مقتول کے اولیاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ انہوں نے ایک مسلمان کو بلاوجہ قتل کیا ہے۔ جب یہ استغاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ کی زبان مبارک سے بھی بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔

---

[۱] پ ۱۹ : النور، ع ۹

ماكنت اظن ان عمر يجترء على قتل رجل مومن [1]

ترجمہ: "مجھے گمان تک نہ تھا کہ عمر بھی کسی مومن کے قتل کی جسارت کرے گا۔"

لیکن جب اس آیت کریمہ (فلا وربك لا یومنون الخ) کا نزول ہوا تو حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ شخص مومن ہی نہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان حضرت عمرؓ کے بارے میں بالکل درست تھا کہ وہ کبھی قتل مومن کے مرتکب نہ ہوسکتے تھے۔

حضرات مفسرین نے اس آیتِ کریمہ کے تحت یہ بات لکھی ہے کہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ ہی نہیں، آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ آپ کا ہی فیصلہ شمار ہوگا۔ سو یہ حکم قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ آپ کے زمانہ مبارک میں خود بلا واسطہ آپ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ سو آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کی طرف رجوع جاری رہے گا اور یہ حقیقت میں آپ کی طرف ہی رجوع ہے۔ فردوه الى الله والرسول رپ :النساء) پر اب اسی صورت میں عمل ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کی طرف رجوع اللہ کی طرف رجوع سمجھا جائے اور حدیث کی طرف رجوع خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع مانا جائے۔ ورنہ یہ آیت اس باقی امت کے لیے بیکار ہو کر رہ جائے گی۔ اور قیامت تک لائق عمل نہ ٹھہرے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کے فیصلے آپ کی وفات کے بعد بھی پوری امت کے لیے حجت ہیں۔ آپؐ کی کسی حدیث پر اپنی رائے سے اعتراض کرنے بیٹھ جانا بہت نادانی ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔ "آدابِ نبویؐ میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل پر اپنی رائے سے اعتراض اور شک و شبہ نہ کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اپنی رائے پر اعتراض اور شک و شبہ کرلو اور قیاس سے نص کا مقابلہ نہ کرو بلکہ قیاس کو نص کے تابع کرو اسے اس کے مطابق بناؤ۔ قیاس کے صحیح ہونے کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ نص کے مقابلہ میں نہ ہو۔" [2]

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ "رسولؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنا جب عمل کو اکارت کردیتا ہے تو اس کے احکام کے سامنے اپنی رائے کو مقدم کردینا اعمالِ صالحہ کے لیے کیونکر تباہ کن نہ ہوگا۔" [3]

حدیث رسولؐ سامنے آئے تو اس سے بڑی سند نہ مانگئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کردی جائے تو مغرب زدہ لوگ بعض اوقات کہنے لگتے ہیں کہ یہ بات قرآن میں کہاں ہے؟ انہیں حدیث سے بڑی سند کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے حدیث کو

---

[1] تفسیر جلالین ص ۷۶ [2] مدارج النبوت جلد ۱ ص ۵۱۲

[3] ترجمان السنۃ جلد ۱ ص ۲۱۴ نقلا عن اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۴۲۔

نود ایک بڑی دلیل سمجھنا چاہیئے جسے اور دلیل کی حاجت نہیں نہ اس پر کسی بالا سند کا تقاضا کیا جانا چاہیئے۔

حضرت مقدام بن معدی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یوشك الرجل متكئا علی اریكته یحدث بحدیث من حدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب اللہ عز وجل فما وجدنا فیه من حلال استحللناه وما وجدنا فیه من حرام حرمناه الا وان ماحرم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مثل ماحرم اللہ ؎۱

ترجمہ: قریب ہے کہ ایک شخص جس کے پاس میری حدیث بیان کی جا رہی ہو اپنے صوفے پر ٹیک لگائے (بڑے تکبر سے) کہے ہمارے تمہارے لیے اللہ کی کتاب ہی ہے اس میں جسے حلال کیا گیا اسے ہم حلال سمجھیں گے اور جو چیز اس میں ہم حرام پائیں اسے ہی حرام سمجھیں گے بے شک جو چیز اللہ کے پیغمبر نے حرام بتلائی وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ چیز جسے اللہ نے حرام بتلایا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحلیل وتحریم سب امرالٰہی کے تحت ہی بیان فرماتے تھے۔ آپ اللہ کے نام پر کچھ بیان فرما دیں یا اللہ کا نام لیے بغیر حلال وحرام کی کوئی بات کہیں۔ سب کا منبع ومرکز وحی الٰہی ہے متلو ہو یا غیر متلو پیغمبر کا اس میں اپنا دخل نہیں ہوتا۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی تمام باتوں کو قرآن کے اس فیصلے کی رو سے کہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا (پ ۲۸ الحشر ع ۱) قرآنی تعلیمات ہی سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو سلے ہوئے کپڑوں میں محرم دیکھا تو منع فرمایا۔ اس نے قرآن کریم سے دلیل پوچھی تو آپ نے یہی آیت کریمہ پڑھی کہ جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے اس نے روکا اس سے رک جاؤ۔ ؎۲

اسی طرح آپ نے ایک مسئلہ کے بارے میں حدیث پڑھی تو ایک عورت نے ایسا ہی سوال کیا آپ نے پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی یعنی یہ کہ قرآن کی رو سے پیغمبر کی ہر بات تمہارے لیے سند ہے ؎۳

اس قسم کی روایات پتہ دیتی ہیں کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو خدا کی بات ہی سمجھتے تھے جب حدیث کے پیش ہونے پر قرآن کی سند طلب کرنا بے فائدہ ہے تو جو لوگ حدیث پیش ہونے کے بعد پھر اس پر عقلی دلائل مانگتے ہیں وہ مقام حدیث سے کس قدر بے خبر ہیں۔ حق یہ ہے کہ جب حدیث سامنے آجائے

؎۱ ابن ماجہ ص ۳ ؎۲ مواہب الرحمٰن پ ۲۸ ص ۱۲۷ وترجمان السنہ جلد ۱ ؎۳ مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۱

تو کوئی اور سند مانگنے کا تصور بھی ذہن میں نہ آنا چاہیئے۔

آنحضرت نے مذکورہ بالا حدیث میں منکر حدیث کا نقشہ جس صورت میں کھینچا ہے اس سے اس کی تکبر کی حالت عیاں ہے معلوم ہوا کہ سند حدیث پر اکتفا نہ کرنا متکبرین کا شعار ہوگا۔ ایک طریق میں یہ الفاظ بھی ہیں الا یوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھٰذا القرآن (رواہ ابوداؤد والدارمی بہ معناہا)۔

خبردار رہو قریب ہے کہ ایک سیر شدہ (امیر) آدمی اپنے صوفے پر ٹیک لگائے کہے تمہیں اسی قرآن کی پابندی کرنی ہے جو اس میں حلال ہے اسے ہی حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے ہی حرام سمجھو" انتہی

حضرت عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیاء الا ما فی ھٰذا القرآن (مشکوٰۃ ص۲۹) ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی شخص صوفے سے ٹیک لگائے اس گمان میں ہوگا کہ حرام صرف وہی کچھ ہے جو قرآن میں ہے۔

حدیث کے مقابل کسی کی بات نہ مانے

ائمہ اربعہ جن کی اجتہادی اُمور میں امت میں تقلید جاری ہوئی اور جن کا قول ان کے مقلدین کے ہاں حجت اور سند سمجھا جاتا ہے ان سب کا بھی ارشاد ہے کہ حدیث صحیح سامنے آجائے تو ہماری بات فوراً چھوڑ دو۔ حدیث کے مقابل کسی کی بات ماننے جانے کے لائق نہیں۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد حکیٰ ذالك ابن عبد البر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ ...... ونقلہٗ ایضاً الامام الشعرانی عن الائمۃ الاربعۃ ولا یخفی ان ذالك لمن کان اھلاً للنظر فی النصوص ومعرفۃ محکمہا من منسوخہا [1]

ترجمہ: حضرت امام صاحب سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

عبد البر نے بھی یہی امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے اماموں سے نقل کیا ہے۔ امام شعرانی نے ائمہ اربعہ سے یہی نقل کیا ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ یہ اس کے لیے ہے جس کی نصوص (کتاب وسنت) پر نظر ہو اور محکم اور منسوخ کو سمجھتا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اس شخص میں جو حدیث کے بالمقابل اپنے امام کی بات چھوڑ رہا ہے حدیث سمجھنے کی پوری اہلیت ہونی چاہیئے۔ جو لوگ حدیث کے محض ترجمے پڑھ کر ائمہ کی بات کو ٹھکرانے لگتے ہیں اور فن حدیث اور اس خاص موضوع کی دیگر روایات پر نظر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ محض اپنی رائے سے اس روایت کو حدیث نہ سمجھیں بلکہ

---

[1] ردالمحتار جلد ا ص

بات سمجھنے کے لیے راسخ العلم علماء کی طرف رجوع کریں تاہم یہ پھر بھی ضروری ہے کہ ان کے سامنے جو حدیث پیش ہو اس کے مقابل کوئی کلمہ جسارت زبان پر نہ آجائے۔ ہاں جب وسیع النظر عمیق العلم عالم کی دوسری احادیث پر بھی پوری نظر ہو اور پھر وہ دیانتداری سے محسوس کرے کہ اس میں میرے امام کی بات واقعی حدیث کے مقابل ہے تو پھر صرف حدیث ہی ہے جس کی اتباع کی جائے قولِ امام کو حدیث کے سامنے کوئی وزن حاصل نہیں مقلدین کے ہاں امام شریک فی الرسالۃ سمجھا جاتا ہے۔ سو اس صورتحال میں فقہ کی تعلیم یہی ہے کہ وہ شخص امام کی بات چھوڑ دے اور حدیث کی بات مانیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۱ھ) اور امام کرخیؒ جیسے سادات حنفیہ نے اسی اصول پر کئی مواقع میں قولِ امام کو چھوڑا ہے۔ ہر وقت ملحوظ رہے کہ مقلدین کے ہاں قول امام ہرگز حدیث کے مقابلے میں نہیں لیا جاتا نہ ان کے ہاں ان کا امام معصوم سمجھا جاتا ہے اصولِ برحق یہی ہے کہ حدیث کے مقابل کسی کی بات نہ مانی جائے۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ضروری نہیں کہ اگر کچھ علماء نے کسی حدیث کے باعث قول امام چھوڑا ہو تو ضروری نہیں کہ اور سب علماء بھی ان کے ہم خیال ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان دوسرے علماء راسخین کو کچھ اور احادیث ایسی مل گئی ہوں کہ انہیں قولِ امام کی صحت پھر متحقق ہو گئی ہو۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (۹[illegible]ھ) لکھتے ہیں کہ ائمہ کا یہ ارشاد کہ حدیث کے بالمقابل ہماری رائے چھوڑ دو انہی لوگوں کے لیے ہے جو فہم حدیث میں اونچے درجے کے عالم ہوں، جو حدیث جانتے ہی نہیں انہیں حق نہیں کہ محض ترجمہ پڑھ کر مجتہدین پر بحثیں کرنے لگیں۔ اور ان کے فیصلوں پر جلد بازی میں خلاف حدیث ہونے کا فتویٰ دینے لگیں

حدیث کو وحی سمجھ کر پڑھا اور سنا جائے

قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے لیکن اس کا سرچشمہ اور مخزن و منبع بھی اللہ رب العزت کی ہی ذات ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(قال) ان الناس یقولون اکثر ابوھریرۃ ولولا ایتان فی کتاب اللہ ما حدثت حدیثا ثم یتلو ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات ..... الی قولہ الرحیم۔ ان اخواننا من المہاجرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخواننا من الانصار کان یشغلھم العمل فی اموالھم وان اباھریرۃ کان یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشبع بطنہ یحضر ما لا یحضرون ویحفظ مالا یحفظون (بخاری شریف ا)

ترجمہ: بے شک لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں روایت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اگر یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی بھی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر آپ نے وہ آیتیں پڑھیں (۱) بے شک جو لوگ ہدایت اور ان روشن باتوں کو جو ہم نے اتاریں چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے بیان کر دیا وہ البتہ ان

کہ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (۱) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور (جو چھپایا تھا) بیان کردہ سو ہیں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ثواب قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہوں رب ۲ البقرہ ع ۱۹) (حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا) ہمارے مہاجر بھائیوں کو مارکیٹوں میں آنے جانے کی مصروفیت رہتی اور انصار بھائیوں کو کھیتی باڑی کی مصروفیت روکے رکھتی اور ابوہریرہ (یعنی میں) پیٹ بھر کا رکھے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پکڑے رہتا اور جہاں اور نہ جا سکتے وہاں بھی جاتا اور جو باتیں اور یاد نہ رکھ سکتے، انہیں بھی یاد رکھتا (سو اس لیے وہ زیادہ حدیثیں روایت کرتا ہے)

اس روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صریح طور پر حدیث کو رب العزت کے ما انزلنا (جو ہم نے نازل کیا) میں داخل سمجھا ہے۔ آپ کے اس ارشاد پر صحابہ و تابعین میں سے کسی کا انکار ثابت نہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات حدیث کو وحی الٰہی سمجھ کر پڑھتے اور پڑھاتے اور سنتے اور سناتے تھے اور حضرت حسان بن عطیہ رضؓ نے تو اس پر جبرئیل ؑ کے آنے کی بھی صراحت کر دی ہے۔

(قال) کان جبریل علیہ السلام ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن ویعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث للشیخ جمال الدین القاسمی الدمشقی ص ۱۵۔

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے قلب مبارک پر) سنت لے کر اسی طرح اترتے تھے جس طرح قرآن کریم لے کر نزول فرماتے اور آپ کو سنت بھی اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ کو قرآن سکھاتے تھے۔

حدیث پڑھتے میں ادب کو ملحوظ رکھے

قرأت حدیث کے وقت جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے وہاں صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ساتھ کہے اور جہاں انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کا نام آئے وہاں بھی علیہ السلام پڑھے اور جب صحابہ رضؓ اور امہات المومنین کا نام گرامی آئے وہاں ترضی (رضی اللہ عنہ کہنا) کی پوری پابندی کرے۔

انبیاء کرام ؑ اور صحابہ کرام رضؓ کی شخصیات علم حدیث کا محور تھیں انہی کے گرد یہ سارا علم گھومتا ہے۔ ان کا پورا احترام نہ کیا جائے گا تو حدیث کا طالب علم کبھی ساحل مراد پر نہ اتر سکے گا۔

صحابہ کرام رضؓ کے لئے دو طرفہ رضا

قرآن کریم میں صحابہ رضؓ کے لیے دو طرفہ رضا کا بیان ہے۔ ایک یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور دوسرا یہ کہ وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ ان حضرات سے اللہ کا راضی ہونا ہی کافی تھا۔ رضوان من اللہ اکبر سے آگے اور کس مقام رضا کی

ضرورت ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ رب العزت نے ان نفوس قدسیہ کے ایمان واخلاص کی اس طرح شہادت دی کہ محبت خداوندی میں ان حضرات کی طبیعت شریعت ہو چکی تھی اللہ اور رسول کی ہر بات ان کے لیے ان کی اپنی خوشیوں میں ایک نیا اضافہ ہوتا تھا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر بات میں دل وجان سے راضی تھے۔

انسان جب کبھی کسی مقصد کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے تو دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں یہ کچھ لوگ جوانمرد اور باہمت ہوتے ہیں وہ بلا تامل ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہیں لیکن ان کو جھیلنا جھیل لینا ہی ہوتا ہے۔ یہ بات نہیں ہوتی کہ مصیبتیں نہ رہی ہوں عیش وراحت ہو گئی ہوں کیونکہ مصیبت پھر مصیبت ہے۔ باہمت آدمی کڑوا گھونٹ بغیر کسی جھجک کے پی لے گا لیکن اس کی کڑواہٹ کی بدمزگی محسوس ضرور کرے گا لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں صرف باہمت ہی نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ کہنا چاہیے ان میں صرف ہمت وجوانمردی ہی نہیں بلکہ عشق وشیفتگی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے وہ مصیبتوں کو مصیبتوں کی طرح نہیں جھیلتے بلکہ عیش وراحت کی طرح ان سے لذت وسرور حاصل کرتے ہیں۔ راہ محبت کی ہر مصیبت ان کے عیش وراحت کی ایک نئی لذت بن جاتی ہے۔ اگر اس راہ میں کانٹوں پر لوٹنا پڑے تو کانٹوں کی چبھن میں انہیں ایسی راحت ملتی ہے جو کسی کو پھولوں کی سیج پر لوٹ کر نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ اس راہ کی مصیبتیں جس قدر بڑھتی جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ ان کے دل کی خوشحالیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ ان کے لیے صرف اس بات کا تصور کہ یہ سب کچھ کسی کی راہ میں پیش آرہا ہے اور اس کی نگاہیں ہمارے حال سے بے خبر نہیں عیش وسرور کا ایک ایسا بے پایاں جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ اس سرشاری میں جسم کی کوئی کلفت اور ذہن کی کوئی اذیت محسوس ہی نہیں ہوتی۔

یہ بات سننے میں عجیب معلوم ہوتی ہوگی لیکن فی الحقیقت اتنی عجیب حالت نہیں بلکہ انسانی زندگی کے معمولی واردات میں سے ہے اور عشق ومحبت کا تو مقام ہی بہت بلند ہے۔ بوالہوسی کا عالم بھی ان واردات سے خالی نہیں

سہ حریف کاوش مژگان خونریزش نہ ناصح
بہ دست آور رگ جان ونشتر را تماشا کن

سابقون الاولون کی محبت ایمانی کا یہی حال تھا۔ ہر شخص جو ان کی زندگی کے سوانح کا مطالعہ کرے گا بے اختیار تصدیق کرے گا کہ انہوں نے راہ حق کی مصیبتیں صرف جھیلی ہی نہیں بلکہ دل کی پوری خوشحالی اور روح کے کامل سرور کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں ان میں بسر کر ڈالیں ان میں سے جو لوگ اول دعوت میں ایمان لائے تھے ان پر شب وروز کی جانکاہیوں اور قربانیوں کے پورے ۲۳ برس گزر گئے لیکن اس تمام مدت میں کہیں سے بھی یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ مصیبتوں کی کڑواہٹ ان کے چہروں پر کبھی کھلی ہوں۔ انہوں نے

مال و علائق کی ہر قربانی اس جوش و مسرت کے ساتھ کی گویا دنیا جہان کی خوشیاں اور راحتیں ان کے لیے فراہم ہو گئی ہیں اور جان کی قربانیوں کا وقت آیا تو اس طرح خوشی خوشی گردنیں کٹوا دیں گویا زندگی کی سب سے بڑی خوشی زندگی میں نہیں موت میں تھی [1]

تعلیمِ حدیث میں یکطرفہ ترضی پر اکتفا

علماءِ حدیث صحابہ کرام رضؓ کے نام پر دو طرفہ ترضی نہیں کہتے صرف رضی اللہ عنہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ قرآنِ کریم کے بظاہر خلاف ہے۔ قرآن کریم رضی اللہ عنہم و رضوعنہ کہہ کر دو طرفہ اظہارِ رضا کرتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ روایتِ حدیث میں صحابہؓ کا نام سند کے طور پر آتا ہے اور ہمارے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔ تبھی تو وہ ہمارے لیے سند بنے کہ ان کی پیروی سے ہم سے بھی اللہ راضی ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ بھی خدا سے راضی ہو گئے، یہ ان کے اپنے محبوبِ خدا ہونے کا تذکرہ ہے۔ جس میں ہم ان کے اور خدا کے درمیان کسی پہلو سے دخل نہیں رکھتے۔ سو سنتِ اسلاف اسی طرح جاری ہوئی کہ ان کے اسماءِ گرامی کے بعد یکطرفہ ترضی کو کافی سمجھ لیا جائے۔

حدیث رسولؐ کو احادیث صحابہ رضؓ سے علیحدہ نہ کرے

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث کے عملی گواہ سمجھتے ہوئے ان کی مرویات کو روایات نبویؐ کے ساتھ ہی بیان کرے جہاں دو مختلف حدیثیں بظاہر مختلف یا متعارض ملیں تو وہاں صحابہ رضؓ کے عمل سے فیصلہ لازم جانے۔

امام ابو داؤد السجستانی (۲۷۵ھ) لکھتے ہیں۔ اذا تنازع الخبران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی ما عمل بہ اصحابہ من بعدہ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد ج۱ ص۲۷۶)

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف خبریں ملیں تو دیکھا جائے گا کہ آپ کے بعد آپؐ کے صحابہ رضؓ نے کس پر عمل کیا یعنی وہ سنت باقیہ ہوگی اور دوسری جانب منسوخ یا مخصوص بالحالات سمجھی جائیگی

حضرت امام مالکؒ سے بھی سن لیجئے۔ اذا جاء حدیثان مختلفان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بلغنا ان ابابکر و عمر عملا باحدھما و ترکا الآخر کان فی ذالک دلالۃ علی ان الحق فیما عملا بہ۔

حضرت صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ میں اور امام ابن شہاب زہریؒ (۱۲۴ھ) سماع حدیث اور طلب علم میں ساتھی تھے ہم دونوں نے حدیث لکھنے کا فیصلہ کیا اور حدیث لکھتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ہم تک پہنچیں ہم نے لکھیں پھر امام زہریؒ نے کہا نکتب ایضاً ما جاء عن اصحابہ فقلت لا لیس

---

[1] ترجمان القرآن ۲ ص۱۳۲

بسنة فقال بل هی سنة (قال) فکتب ولم اکتب فانجح وضیعت

ترجمہ: ہم وہ روایات بھی لکھیں جو صحابہؓ سے آئی ہیں۔ میں (صالح) نے کہا نہیں وہ تو سنت نہیں۔ امام زہری نے کہا وہ بھی سنت ہیں۔ (صالح نے کہا) سو زہری نے تو روایات صحابہ بھی لکھیں اور میں نے نہ لکھیں، زہری کامیاب گئے اور میں ضائع ہوا۔

صالح بن کیسان کا یہ اعتراف بتلا رہا ہے کہ اب وہ بھی اس عقیدے پر آگئے تھے کہ اعمال صحابہ سنت ہیں اور انہیں بھی اُمت تک پہنچانا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے آثار کو بھی حدیث کا ہی سرمایہ سمجھا جائے اور ان کا اس درجہ احترام ہو کہ ان کا عمل تعامل بھی دین کا پورا ماخذ سمجھا جائے، اور ان کا وہی احترام ہو جو صحابہ کرامؓ کا ہو سکتا ہے۔

امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام دارمی، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابوعوانہ، امام ترمذی، امام نسائی، امام طحاوی اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہم من الائمۃ الکرام نے اپنی حدیث کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کے آثار و سنن کو بھی بڑی وقیع جگہ دی ہے اور بڑی تفصیل سے انہیں ذکر کیا ہے اور جگہ جگہ ان سے روایات کی ہیں، سو جو ان سے بے پرواہ رہا اس نے اپنے علم کو ضائع کیا۔

حضرت امام شعبیؒ (۱۰۳ھ) فرماتے ہیں۔

ماحدثوک عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخذ وابہ وما قالوا برأیهم فبل علیه

ترجمہ: علماء کرام تمہارے سامنے جو بات صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو اسے لے لو اور جو بات وہ اپنی طرف سے کہتے ہیں تو اسے جانے دو۔

امام اہل الشام امام اوزاعی (۱۵۷ھ) نے بقیہ بن الولید کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

یا بقیۃ! العلم ماجاء عن اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومالم یجئ عن اصحاب محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فلیس بعلم۔ مقدمہ اوجز المسالک ص۱

ترجمہ: اے بقیہ! علم وہی ہے جو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے اور جو ان سے نہیں آیا وہ علم ہی نہیں سو صحابہؓ کا ادب وہی ہے جو ایک مسلمان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ فیض کا ہو سکتا ہے یہی وہ دائرہ ہے جس کا ہر نشان مرکز سے برابر نسبت رکھتا ہے حق یہ ہے کہ صرف انہی حضرات کے ذریعہ مرکز سے تعلق قائم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ دائرہ اس مرکز نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی تو کھنچا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں صحابہ کرام رضؓ کا درجہ ہے۔ یہ حضرات بھی جیسا کہ گذارش کیا جا چکا ہے حدیث کا موضوع ہیں لہٰذا ان کی تعظیم و تکریم بھی تبعاً لازم ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں اس کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہوں۔

مقامِ صحابہ رضؓ قرآن پاک کی رُو سے

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بایں جہت کہ آپ اللہ کے رسول ہیں سب پر لازم ہے اسی طرح صحابہ کرام کا ادب بھی بایں جہت کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں سب پر لازم ہونا چاہیئے صحابہ کرام رضؓ کی عزت و عظمت اور ان کے تقویٰ قلوب کے بارے میں قرآن کریم میں ہے۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولٰٓئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم ۝ (پ ۲۶، الحجرات: ع ۱)

ترجمہ: "جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے (اللہ نے ادب کے واسطے سے) ان کے لیے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے"

یہ خدا کی گواہی ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے دل تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھے اللہ نے انہیں پوری طرح جانچ لیا تھا۔ جو باتیں پہلے ان سے ہو چکیں اُن پر مغفرت کا وعدہ دے دیا اور آئندہ اعمال پر ان کے لیے اجر ہی اجر کی بشارت دی اور فرمایا کہ وہ بڑا اجر پائیں گے۔ تقویٰ کی بات اس طرح ان کے دلوں کے ساتھ لازم کی کہ گویا وہ ان کا جوہر ذات ہے اور حق یہ ہے کہ وہی حضرات ان کے زیادہ حقدار تھے۔ قرآن کریم میں ہے۔

الزمھم کلمۃ التقویٰ وکانوا احق بھا واھلھا (الفتح: پ ۲۶ ع ۲)

ترجمہ: "اور لازم کر دیا ان کے ساتھ کلمہ تقویٰ اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے اور اس کے اہل تھے۔"

کلمہ تقویٰ سے ان کی بصیرت چمک اٹھی تھی اور ادب رسالت سے ان کی بصیرت آسمانِ عروج پر پہنچی تھی اب ان کا ہر فعل اور ہر قول حقیقۃً علمِ رسالت کا ہی ترجمان تھا اور جو کچھ ان کا اجتہاد تھا اس کا مدار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی رہی تھی۔

قرآن کریم جس احترام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتا ہے اس سے لازم ہے کہ ان کی روایات ان کے ارشادات اور ان کے اعمال کو اسی عقیدت و بصیرت سے قبول کیا جائے جو عقیدت ان کی قرآن کریم مسلمانوں کے دلوں میں بٹھاتا ہے۔ اگر ان حضرات کی ذوات صدق و صفات حدیث کا موضوع نہ ہوتیں تو قرآن کریم اس طرح انہیں آئینہ عظمت میں نہ اتارتا۔ حق یہ ہے کہ یہی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے سنن و نوامیس کے حافظ و وارث تھے۔

پورٹ
۱۸۸۵
پاکستان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

امریکی مشنری جی ایل شتر لین

مسلمانوں میں تبلیغِ عیسائیت کی تدبیریں

"سہ ماہی "دی مسلم ورلڈ" (THE MUSLIM WORLD) ہارٹ فورڈ سیمیری ریاست ہائے متحدہ امریکہ) کی جانب سے شائع ہونے والا معروف مجلہ ہے، جس میں مسیحی مسلم تعلقات اور مطالعہ اسلام کے حوالے سے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ اس مجلے کا آغاز پادری ایس۔ ایم۔ زویمر نے ۱۹۱۱ء میں کیا تھا۔ پادری صاحب مسلمانوں میں تبلیغ عیسائیت کے حوالے سے کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اردو دان طبقہ اُن کی تالیف "الغزالی" سے بخوبی واقف ہے۔

پادری زویمر نے جس مقصد کی خاطر "دی مسلم ورلڈ" کا اجراء کیا تھا یکے بعد دیگرے آنے والے اُن کے جانشینوں نے اسے کبھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ اپریل ۱۹۴۰ء کے شمارے میں امریکی مشنری جی۔ ایل۔ شتر لین کے قلم سے "مسلمانوں میں تبلیغ عیسائیت" پر ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس کی تلخیص ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ) نے اسی دور میں شائع کی تھی۔ ذیل میں یہی تلخیص نقل کی جاتی ہے۔ مدیر"۔

گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے مغربی دنیا اور اسلامی ممالک میں جو گہرا ربط پیدا ہو گیا ہے، اس کی مثال گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی، اس تعلق کی ابتداء مصر پر نپولین کے حملہ یعنی اٹھارہویں صدی سے ہوتی ہے، گو ہماری اور اسلامی ملکوں کی سرحدیں ہمیشہ سے ملی رہی ہیں۔ لیکن ہمارے تعلقات کبھی خوشگوار نہیں رہے اور نہ ہم نے ایک دوسرے کو سمجھا۔ لیکن موجودہ دور کی عیسائیت اس صورت حال کو قائم رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس دور میں نہ صرف ارکان اسلام کو پورے طور سے سمجھا گیا ہے بلکہ اسلامی زندگی، تاریخ، تہذیب و تمدن وغیرہ مذہب اسلام کے ہر پہلو پر گہری نگاہ ڈالی گئی ہے، اور بہ نسبت پہلے کے اب حقیقت زیادہ واضح ہو گئی ہے دنیا کے اکثر بڑے مذاہب میں بہت سی باتیں مشترک ہیں، خود اسلام کی باطنی کیفیت عیسائیت اور اسلام میں مشترک ہے، دونوں مذاہب خالق اکبر کے سامنے تسلیم و رضا، صبر و تحمل اور فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں، آخرت کے بارے میں بھی دونوں کا عقیدہ مشترک ہے۔

یہ امر مشتبہ ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغِ عیسائیت کے سلسلے میں ہم نے عام مسلمانوں کی نفسی و ذہنی کیفیت کو اس طریقہ سے سمجھ لیا ہے کہ ان کے سامنے عیسائیت کے نظام اور اس کی نظری تعلیمات کو پیش کرنے کے

بجائے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی عملی تفسیر پیش کرسکیں گے یا نہیں، مسلمانوں میں تبلیغِ عیسائیت کے اصول کار کا مسئلہ اس حیثیت سے چنداں اہم نہیں ہے کہ عیسائیت مسلمانوں کو انسانی ربانی امور میں اپنے زاویہ نگاہ پر لانے کے لیے کیا کوشش کررہی ہے، بلکہ اس مسئلہ کا عملی حصہ بہت زیادہ اہم ہے۔ ہم صرف عیسائی مبلّغین کے کام پر اکتفا کرتے ہیں اور ان مبلّغین سے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا مقصد بنالیا ہے، سوال کرتے ہیں کہ ہر عیسائی بہ حیثیت انسان اور بہ حیثیت حکومت الٰہی کے منّاد کے اس بلند طرزِ زندگی اور بلند نصب العین کو جس کا ہم تنہا اپنے کو مالک سمجھتے ہیں، کس طرح مسلمانوں کے سامنے پیش کرتا ہے، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اُن کے سامنے مکمل انسانی زندگی کے نمونہ میں متشکل نظر آتے۔

تصوّرات اور نظریات پیش کرنا بہت آسان ہے، لفظ عیسائیت ایک تصوّر ہے، لفظ اسلام بھی اسی کی ایک مثال ہے۔ پانچ حرفوں کا یہ لفظ اختصار و جامعیت کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے وہ سب کچھ پیش کردیتا ہے جس سے اسلام عبارت ہے۔

اسلام بھی خدا کی اطاعت، تسلیم و رضا اور نفس کشی کا مظہر ہے، اس کی منطق بھی مکمل ہے، لیکن ہمارا مجموعہ قوانین اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ وہ ایک مافوق الانسانی مجموعہ قوانین ہے، لیکن جہاں تک اخلاص اور جاں سپاری کا تعلق ہے، مسلمان اس کا بلند نمونہ پیش کرتے ہیں۔ گو بلند نقطۂ نظر سے ہمارا معیارِ زندگی، ہماری اخروی امیدیں اور مسرتیں زیادہ بلند ہیں، لیکن حصول کمال یا کم از کم وہاں تک پہنچنے کے لیے ہمارے مقابلہ میں مسلمانوں کا طریقہ زیادہ عملی اور قابل عمل ہے۔ جس کا ثبوت اکابر مسلمانوں کے سوانح سے ملتا ہے، مثلاً بابر اور جہانگیر گو اسلام کا صحیح نمونہ نہ تھے لیکن ان کی سوانح عمریاں (توزک) اپنے خدا کی بعض حقیقی صفتوں پر ان کے غیر متزلزل ایمان و اثر کا اظہار کرتی ہیں۔ مجھے کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ روحانی تکمیل کے لیے اسلام میں ایسے آئین و اصول ہیں جن پر اسی نوع کے عیسوی اصولوں کو فوقیت حاصل نہیں ہے۔

ان باتوں سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ مسلمانوں میں تبلیغِ عیسائیت کے لیے ہمیں کون سی مناسب تدبیریں اور طریقے اختیار کرنے چاہئیں، اگر ہم از سرِ نو کام شروع کریں تو مسلمانوں کے قلب و دماغ اور روح تک پہنچنے کے لیے ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

اس سلسلہ میں ہمارے لیے مسلمانوں کا طریقہ تبلیغ اور ان کی ہوش مندانہ تدبیروں کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ میدانِ جنگ میں سپہ سالار اور معمولی سپاہی کسی کو بھی دشمن سے مفید سبق لینے میں عار نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے لیے ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ ہمارے مبلّغین اپنے مادی اور روحانی مرکز سے بہت دور بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اس دوری کی وجہ سے وہ اجنبی مقاموں پر کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتے، لیکن اس مشکل کا کوئی حل نہیں

ہے اور ہماری تبلیغی فوج اس سے زیادہ متحرک نہیں ہو سکتی۔

آشرم کے تخیل اور اس کے طریقہ کار جس کی بنیاد خالص اسلامی خیالات و جذبات پر ہے، مدتوں سے ڈاکٹر اسٹینلی جونز اور بعض دوسرے مبلغین کا عمل ہے، اس طریقہ سے پروٹسٹنٹ مبلغین کے حلقہ میں ایسی جماعتیں بھی شامل ہو جائیں گی جو رومن کیتھولک چرچ کی خالص مذہبی خدمات کی طرح مبلغین کے لیے نہایت مفید ثابت ہوں گی۔

مسلسل تجربات سے اب یہ بات یقین کی حد تک پہنچ گئی ہے کہ مسلمانوں میں عیسائیت کو مؤثر تبلیغ کے لیے نہ صرف پروٹسٹنٹ کو تنہا اپنا گھر سنبھالنا ہے (کیونکہ مسلمانوں میں تبلیغ کا کام نہایت دشوار ہے اور اس کے نتائج بالکل ناقابل اعتناء ہیں) بلکہ مختلف کلیساؤں کو پوری توجہ، فیاضی اور ہوش مندی کے ساتھ اس مہم کو قائم رکھنا ہے۔

زنانہ تبلیغی جماعتوں نے اپنے کام میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، لیکن ان کے کام میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کی نظری اور عملی تعلیمات کو متوازن طریقہ سے نہیں پیش کیا ہے۔ اگر وہ یہ نہ محسوس کریں گی کہ مسلمان بہت سی باتوں میں بالکل ہماری طرح ہیں اور ان کے ساتھ ان کا طرز عمل غیر مساویانہ ہو گا تو ان کا یہ طریقہ مسلمانوں میں تبلیغ کے لیے خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمان ان کے نسلی اور اس سے بھی زیادہ محض خیالی اخلاقی تفوق کو گوارا نہیں کریں گے۔

کیا عیسائی دنیا میں کبھی وہ زمانہ آئے گا جب عام عیسائی ہمارے عقیدہ اور مقصد کے سچے مبلغ بنیں گے اور ان میں خدا کی حکومت قائم ہوگی۔ کیا ہمارے طبقہ عوام میں وہ فطانت نہیں ہے، جو غیر عیسائی یا دوسرے نظاموں میں پائی جاتی ہے۔ اگر اسلام قولاً و عملاً عیسائیت کے قریب نہیں آتا تو ہم کیوں پرستاران توحید کو اپنے حلقہ میں لانے کی کوشش سے باز رہیں۔ کیا ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں۔ یا تدبیر و طریقہ کار سے واقفیت نہیں رکھتے یا ان کو استعمال کرنا نہیں چاہتے یا انہیں صرف مادی حدود تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی رکاوٹ بڑی حد تک خود ہمارے مذہب کا معیار اور اس کا بلند مجموعہ قوانین ہے اسلام کی طرح عیسائیت نے دقیق قوانین وضع نہیں کیے اور پروٹسٹنٹ کی بہ نسبت اسلام میں عقلی و اخلاقی مسائل و قوانین کا اتنا احاطہ ہے کہ ان چیزوں میں خود مسلمانوں کے لیے انتخاب کی گنجائش باقی نہیں ہے اور وہ اسی کے عادی ہیں۔ اس لیے ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ حق و انصاف کے مطابق قانون اخلاق کے زیادہ سے زیادہ کتنے ارکان ہو سکتے ہیں، جو مسلمانوں کو حلقہ عیسائیت میں لانے کے لیے ضروری ہیں۔ عیسائی قوانین صرف قیود و بند عائد کرتے تھے، اسلامی قانون کو عجب تلوّن اور غیر مستقل معلوم ہوتا ہے اس کے باوجود اس

ہیں فقہی و رسمی تفصیلات بہت ہیں، جو فطرتِ انسانی کے لیے بڑی مراعات پیش کرتی ہیں۔

اسلام کی شریعت پرستی کے مقابلہ میں عیسائیت کی آزادی کو دیکھ کر ایک نو عیسائی کے دماغ میں جو انتشار پیدا ہوتا ہے، وہ اتنا اہم اور پریشان کن ہوتا ہے، جس کا ہم لوگ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مسلمان اپنا مذہب چھوڑنے کے بعد بھی اس کے مقررہ نظام اور اس کے قانون کی وہ باریکیاں نہیں بھولتے جن میں وہ گھرے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں شبہ نہیں کہ ان نو عیسائیوں کی بعض اخلاقی کمزوریوں کا سبب دین عیسوی میں مذہبی و اخلاقی قوانین کی عدم موجودگی اور اس کی ظاہری بے اصولی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب میں مذہبی قوانین کی جزئیات کی کمی کی وجہ سے ان کے انتخاب میں ان نو عیسائیوں کی رہنمائی نہیں ہوتی۔ یہ چیز خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے ایسے طور طریقے جنہیں ہم عیسائی قبول کرتے ہیں، نو عیسائیوں کے علم میں آنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس کی وجہ سے بہت سے ہونہار عیسائی تباہ ہو گئے اور دوسرے مذاہب کے نو عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام سے آئے ہوتے نو عیسائیوں کے ساتھ کہیں زیادہ محبت اور توجہ کی ضرورت ہے۔

اس امر میں شبہ کرنا کہ آئندہ مسلمانوں کی بڑی تعداد عیسائیت قبول کرے گی، اس صداقت کی قوت پر شبہ کرنا ہے جو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجی گئی تھی۔ ایک زمانہ میں یروشلم کے کلیسا کو شبہ تھا کہ بحر روم کے آس پاس کی رہنے والی مشرک قومیں بھی کبھی عیسائیت قبول کریں گی۔ اسی طریقہ سے جنوبی یورپ کے کلیسا کو شک تھا کہ کبھی شمال کی وحشی قومیں بھی عیسائیت کی طرف متوجہ ہوں گی۔ ایک زمانہ تک پروٹسٹنٹ ممالک جرمنی، انگلستان، اسکاٹ لینڈ، ہالینڈ اور اسکنڈے نیویا کو کبھی اس کا خیال بھی نہ آیا کہ وہ افریقہ، ہندوستان اور مشرقی ایشیا میں بسنے والی قوموں میں مشعلِ صداقت روشن کریں، لیکن ان مقاموں پر تبلیغِ عیسائیت نے اس روحانی اور دماغی جمود کا خاتمہ کر دیا۔ اسی طریقے سے ایک زمانہ وہ بھی آئے گا، جب یہ وہم بھی کہ مسلمان کبھی عیسائی نہیں ہو سکتے، دوسرے خرافات کی طرح ختم ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ان واقعات کے اثرات مشرقِ قریب ہندوستان اور شمالی افریقہ کے کلیساؤں پر بہت شدید ہوں گے۔ اگر عیسائیت کی تلقین اور مثال سے گاندھی اور چیانگ کائی شیک اور دوسرے چینی رہنما پیدا ہو سکتے ہیں، تو پھر اس کی تبلیغ سے آئندہ دنیا پر کیا کچھ اثر نہ پڑے گا۔ (ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ مئی ۱۹۴۰ء)

ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

ابن قرقولؒ اور ان کی کتاب مطالع الانوار

(تعارف)

ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے کے دوران ایک کتاب "مطالع الانوار(۱)" سے متعارف ہونے کا شرف حاصل ہو جس کے مولف اندلس کے ایک عالم ابو اسحق ابراہیم بن یوسف ہیں اور جو ابن قرقول کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ تعارف کا سبب یہ بنا کہ جس مخطوطے پر میں اپنا تحقیقی کام کر رہا تھا۔ اس کے مؤلف نے مطالع الانوار کو اپنی کتاب میں خاصی اہمیت دی تھی اور اپنے موقف کی تائید میں ابن قرقول سے استدلال کیا۔

جستجو مزید بڑھی تو معلوم ہوا کہ کتاب ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی بلکہ دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے قلمی نسخے کسی شائق کے منتظر ہیں۔(۲) آئرلینڈ کی لائبریری چیسٹر بیٹی میں اس کے نسخے کی موجودگی کا علم ہوا تو اس کی مائیکروفلم منگوائی مگر وہ کتاب کی دوسری جلد کی ناقص صورت تھی۔ مجھے مکمل فائدہ تو نہ ہو سکا تاہم اس ناقص نسخہ نے کتاب کے بارے میں مختلف زاویوں پر سوچنے کی تحریک پیدا کی۔

اسی کتاب "مطالع الانوار" کا ایک اور مکمل نسخہ ٹیونس کی قرویین لائبریری میں بھی تھا۔ اتفاق سے میرے نگران PRO. JOHN MATTOCK (۳) کو قرویین یونیورسٹی کے شعبہ عربی کی طرف سے ایک سیمینار میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے مجھے تسلی دی کہ واپسی پر کوشش کروں گا کہ اس کی مائیکروفلم یا فوٹو کاپی بنا آؤں، مگر یہ کام بھی مخطوطے کی خستہ حالت کے پیش نظر نہ ہو سکا۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں جب مجھے اپنے علمی سفر کی خاطر ترکی، شام اور مصر کی لائبریریوں میں بیٹھ کر استفادہ کا موقع ملا تو استنبول اور قاہرہ کی لائبریریوں میں جہاں اس کتاب کے کچھ نسخے دیکھے وہاں "مطالع الانوار" کی مختصرات اور

---

(۱) یہ وہ کتاب ہے جسے النووی نے اپنی شرح مسلم میں اور ابن حجر نے اپنی شرح فتح الباری میں "قال صاحب المطالع" یا "وفی المطالع" سے بار بار متعارف کرایا ہے۔ بروکلمان نے اس کتاب کا نام "شرح مشکلات الصحیحین المستخرج من مشارق الانوار" لکھا ہے دیکھیے ۱۳۷، SUP جو صحیح نہیں۔ اس لیے کہ کتاب صحیحین کے علاوہ موطا پر بھی بحث کرتی ہے اور صحیح نام جو کتاب کے ٹائیٹل صفحہ پر بھی لکھا ہے وہ مطالع الانوار علی صحیح الوثار ہے (۲) مکتبہ احمد الثالث میں اس کا کیٹلاگ نمبر ۱/۱۳، ۲، ب/۲۱/۲۷، چیسٹر بیٹی ڈبلن میں ۳۵۶۱، خزانہ القرویین ۲۲۰، ۱۰۱۹ اور کوپریلی میں ۴۵۰، ۱۵۱ ہے۔ (۳) چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ۔ گلاسگو یونیورسٹی، سکاٹ لینڈ۔

تہذیبات (۴) سے بھی معلومات حاصل ہوئیں، اب مجھے خوشی ہے کہ استنبول سے " مطالع الانوار" کے دو نسخے حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

" مطالع الانوار" سے تھوڑی بہت واقفیت پہلے بھی ہو چکی تھی۔ مگر مکمل نسخہ ہاتھ آنے کے بعد جو سوال ذہن میں ابھرا اور شک کی صورت میں پختہ تر ہوتا چلا گیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ کتاب مؤلف کی اپنی تخلیق ہے یا قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ کی کتاب " مشارق الانوار" کی نقل ہے؟ قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ م ۵۴۴ ھ جو ابن قرقول م ۵۶۹ ھ کے ایک بزرگ معاصر تھے۔ انہوں نے ایک کتاب بعنوان " مشارق الانوار علی صحاح الآثار" لکھی جو صحیحین اور موطا کے غیر مانوس الفاظ کے معانی اور اسماء الرجال کی اعرابی صورت کی وضاحت کے علاوہ ان تین کتب کے مختلف نسخوں کی روایت میں فرق کو بھی واضح کرتی ہے۔

ابن قرقول نے بالکل اسی نہج پر مطالع الانوار لکھی جو بقول الکتانی مشارق الانوار کا اختصار ہے مگر تھوڑے سے اضافے کے ساتھ۔ (۶) یا بقول صاحب الجدذۃ " مطالع الانوار قاضی کی مشارق الانوار کی مکمل نقل ہے، جو ابن قرقول نے قاضی سے مشارق کا مسودہ حاصل کر کے کی۔ (۷) یا بقول حاجی خلیفہ " ابن قرقول نے کتاب کا اختصار لکھ کر اس پر مزید علمی استدراکات لکھے اور قاضی عیاض کے اوہام کا ذکر کر کے ان کی اصلاح بھی کی۔ (۸)

بعد میں مطالع الانوار کو قاضی عیاض کی مشارق الانوار (مطبوعہ قاہرہ وفیض) سے تقابل کیا تو بظاہر یہ بات واضح ہوتی گئی کہ اس کتاب میں مشارق الانوار کے اکثر مقامات کو بعینہ نقل کیا گیا ہے۔ مگر حیرت اس پر ہوئی کہ مقدمۃ الکتاب میں اس بات کا ذکر تک نہیں کہ یہ کتاب مشارق الانوار کا اختصار ہے یا تہذیب۔ وہاں تو انتہائی صراحت کے ساتھ ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ کتاب میری اپنی کاوش ہے۔ ایسا کیوں؟

دیگر یہ کہ متاخرین میں علم حدیث کے نامور مؤلفین ابن الصلاح م ۶۴۳ ھ، النووی م ۶۷۶ ھ، الذھبی م ۷۴۸ ھ اور ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ ھ کی کتب میں سے خاص طور پر مقدمہ ابن الصلاح، المنہاج شرح مسلم، المشتبہ اور فتح الباری کو پڑھ

۴۔ مثال کے طور پر " تہذیب المطالع لترغیب المطالع " لابن خطیب الدھشۃ مخطوط دار الکتب المصریہ، حدیث ۵۲۰۔

۵۔ مطبوع، دار التراث القاہرہ: ابن فرحون اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ مشارق اگر سونے سے لکھی جائے اور جواہرات سے وزن کی جائے تو بھی اس کے حق میں یہ بات ناکافی ہوگی، " الدیباج المذہب " القاہرہ دار التراث، ج ۲، ص ۴۹۔ مشارق الانوار کی ترتیب اور مواد کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ " المعجم الالفاظ الحدیث النبوی " کے مستشرق مولفین نے المعجم کی ترتیب و تدوین میں شاید اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے (۶) الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۹ھ ص ۱۲۹۔

۷۔ فہرست مخطوطات خزانۃ القرویین، ج ۲ ص ۱۲۹ الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۰ھ، المشرق، دار البیضاء، افر

۸۔ حاجی خلیفہ مصطفی ابن عبداللہ، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۱۵۔

کہ دوسرا سوال ذہن میں یہ ابھرا کہ ان علماء نے یہ جانتے ہوئے کہ ان دونوں کتابوں میں گہری مماثلت ہے پھر کیوں دونوں کتابوں کو الگ الگ حیثیت سے اپنی کتب میں جگہ دی؟ کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ابن قرقول کی کتاب کو قاضی عیاض کی کتاب مشارق الانوار کا چربہ نہ سمجھا؟

تیسرا سوال کہ مورخین میں سے ابن قرقول کے اپنے شاگرد ابوعبداللہ بن جابر العزیز (۹) اور دوسرے مورخین نے مثلاً ابن الابار (۱۰)، ابن خلکان (۱۱)، الذہبی (۱۲)، الصفدی (۱۳) الیافعی (۱۴) اور ابن العماد (۱۵) وغیرھم نے بھی کتاب کا مستقل ذکر کرکے اس کی اہمیت کو کیوں اجاگر کیا؟

انہی سوالوں کو بنیاد بنا کر میں کوشش کروں گا کہ اس مقالہ میں مذکورہ بالا اشکالات کی وضاحت کرسکوں۔ مگر مناسب یہ ہوگا کہ پہلے ابن قرقول کا مختصر تعارف کرا دیا جائے۔

نام، ابتدائی تعلیم اور اساتذہ

ابن قرقول جن کا نام ابواسحق ابراہیم بن یوسف الوھرانی ہے۔ ۵۰۵ھ کو المریۃ (۱۶) میں پیدا ہوئے۔ یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور مزید علم اپنے نانا محترم ابوالقاسم بن الوردادر ابوالحسن بن نافع سے حاصل کیا۔ علم حدیث کی خاطر دور دراز کے سفر بھی کئے اور متعدد علماء سے شرف ملاقات کے علاوہ سماع حدیث کا موقع بھی پایا۔ ایک اچھے ادیب، صاحب مطالعہ اور ماہرین علم حدیث میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

بعض علماء سے سلسلہ کتابت بھی رکھتے تھے۔ مسافت اور دوری کی وجہ سے بعض نے ابن قرقول کو اجازت حدیث بھی لکھ کر بھیجی۔ ان میں ابن عتاب القرطبی، ابوبحر الاسدی، ابوطاہر السلفی اور المازری صاحب المعلم کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح طارق بن یعیش۔ ابن حذیل، ابن الدباغ قاضی عیاض اور ابن النعمۃ سے روایت بھی کی۔

۹۔ المقری، احمد بن محمد، نفح الطیب، ای جے بریل ۱۸۵۸ء ص ۹۱۷۔

۱۰۔ ابن الابار التکملۃ لکتاب الصلتہ، السید عزت العطار، القاھرہ ۱۹۵۵ء، ج ۱، ص ۱۵۲۔

۱۱۔ ابن خلکان احمد بن محمد وفیات الاعیان، تحقیق احسان عباس، بیروت ۱۹۷۷ء، ج ۱، ۶۲۔

۱۲۔ الصفدی، خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، سلسلۃ النشرات الاسلامیہ ج ۶، ص ۱۷۱۔

۱۳۔ الذھبی ابوعبداللہ محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، تحقیق شعیب الارناؤط بیروت ۱۹۸۶ء ج ۲۰، ص ۵۲۰۔

۱۴۔ الیافعی عبداللہ بن اسعد مرآۃ الجنان، حیدر آباد ج ۴، ص ۱۷۱

۱۵۔ ابن العماد عبدالحی شذرات الذھب، مکتبۃ القدسی بالقاھرہ ج ۴، ص ۲۳۱ر

۱۶۔ محمد عنایت اللہ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۲۔۱۲۴۔

ان میں کچھ ان کے معاصر دوست بھی تھے اور طلب علم کے ساتھی بھی۔

جزیرہ شقر میں معروف شاعر ابواسحاق الخفاجی سے ملاقات کی اور ان سے ان کا شعری دیوان سنا اور حاصل بھی کیا۔ اسی طرح مغرب کے ایک شہر مکناسہ میں ابوالقاسم ابن الاربش شاعر سے بھی سلے اور ان کا شعری دیوان سن کر اجازت حاصل کیا۔(۱۷)

تلامذہ کئی علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور حدیث روایت کی جن میں بقول ابن حمویۃ الرخمی ابو محمد عبداللہ بن سلیمان المعروف بابن حوط اللہ الانصاری کا شمار بھی ہوتا ہے۔(۱۸)

مشہور نحوی عالم اور ادیب علامہ عبدالرحمان الاندلسی السہیلی آپ کو عزیز ترین دوست رکھتے تھے۔ مالقہ کو چھوڑ کر جب ابن قرقول سلا گئے تو السہیلی نے ان کے فراق پر ایک بھرپور نظم لکھی جس کا ذکر الذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے(۱۹) غالباً جب المریہ پر رومیوں نے ۵۴۲ھ میں قبضہ کر لیا تو ابن قرقول مالقہ چلے آئے پھر مالقہ سے ۵۶۴ھ میں سبتہ منتقل ہوئے۔ سلا شہر میں بھی قیام کیا یہ بھی اسی سنہ آیا تو آخر فاس کی طرف ہجرت کی اور یہیں ۵۶۹ھ میں نماز جمعہ کے دوران وفات پائی۔(۲۰)

کم و بیش تمام سوانح نگاروں نے ان کی علمی عظمت و قابلیت کا اعتراف کیا ہے۔ انہیں ایک بہترین مصنف کے علاوہ عمدہ کاتب بھی گردانا ہے "مطالع الانوار" نامی کتاب ان کی تالیف ہے۔

تعارف کتاب کتاب "مطالع الانوار" دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کے تقریباً ۵۰۰ اوراق ہیں۔ کتاب کا بنیادی موضوع صحیح بخاری مسلم اور مؤطا امام مالک میں مستعمل غیر مانوس الفاظ کی تشریح کرنا اور راویوں کے ناموں کی اعرابی شکل کو ضبط کر کے مختلف ناموں میں فرق کو واضح کرنا ہے۔ کتاب پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں حدیث کے مشہور و متداول کتابی نسخوں کی مختلف روایات کی ایک مربوط صورت فراہم کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کتاب علم حدیث کی اہم اقسام غریب الحدیث، العلل، متشابہ الاسماء اور مؤتلف و مختلف پر بحث کرتی ہے۔

مؤلف نے کتاب کی ترتیب مغرب میں رائج حروف تہجی سے دی ہے جو مشرق سے قدرے مختلف ہے۔

مقدمہ میں ابن قرقول کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ راقم نے یہ کتاب نہ صرف الفاظ کی شرح، معانی کی تفسیر اور اعراب

۱۷۔ ابن الابار التکملۃ، ج ۱، ص ۱۵۱۔

۱۸۔ المقری فتح الطیب ص ۶۸۔

۱۹۔ الذھبی اعلام ج ۲۰، ص ۵۲۱۔

۲۰۔ ابن الابار التکملہ ص ۱۵ امطالع الانوار نسخہ رقم ۵۰۴ کوپریلی۔ استنبول۔

کی مختلف حالتوں کی وضاحت کے لیے لکھی بلکہ کتب حدیث کی روایات کی مختلف صورتوں کی حفاظت اور شیوخ سے ان کی مختلف سماعات کی صورتوں کو بھی قلمبند کیا ہے۔ اسی طرح وہ حروف جو اعراب کی شکل میں واضح ہیں یا بغیر نقاط کے ہیں۔ ان کی وضاحت بھی کی ہے مزید یہ کہ اس ضمن میں وارد شدہ مختلف روایات سے بھی ان کا حل نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب پڑھنے کے بعد قاری کو اس سلسلے میں کسی بھی صاحب فن کے پاس سفر کر کے جانے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ عدم وضاحت کی صورت میں اسے مزید جستجو کرنا پڑے ۔۔۔ الخ (۲۱)

کتاب سے ماخوذ اس اقتباس کے بعد مناسب ہو گا کہ مذکورہ سوالوں کا جواب ڈھونڈا جائے اس قسم کی کتابیں متعارف کرانے کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا جائے۔ اس ضمن میں ہمیں اس پس منظر پر ایک تفصیلی مگر محدود روشنی ڈالنی ہو گی جس کی بنیاد پر یہ کتاب لکھی گئی اور وہ ہے "اندلس میں کتب حدیث کی آمد اور ان کی مختلف روایات کا جائزہ" اور پھر آخر میں ان شبہات کا حل نکالنے کی ایک کوشش کی جائے گی کہ ابن قرقول کی کتاب "مطالع الانوار" قاضی عیاض کی مشارق الانوار کا چربہ ہے یا مؤلف کی اپنی کاوش؟

اندلس میں کتب حدیث کو متعارف کرانے میں جن لوگوں کو اولیت کا شرف حاصل ہوا ان کی روایات کو علو اسناد کے علاوہ غریب الحدیث اور اختلاف نسخ کی پہچان میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ موطا تو امام مالک کی زندگی میں ہی لزی بن قیس القرطبی م ۱۹۹ھ کے ذریعے پہنچ چکی تھی جو انہوں نے براہ راست امام مالک سے مدینہ طیبہ جا کر سنی تھی۔ (۲۲) موطا کی کیا قدر افزائی ہوئی اور اندلسی علماء میں سے کتنوں نے اسے امام مالک سے سنایا ان کے شاگردوں سے روایت کی۔ اس کے متعلق قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

"جہاں تک میرا علم ہے موطا کے تقریباً ۲۰ نسخے ہم تک مختلف روایتوں سے پہنچے ہیں بلکہ ہمارے شیوخ کا کہنا ہے کہ ان کی تعداد ۳۰ ہے" (۲۳)

ان میں مشہور رواۃ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر اور یحییٰ بن یحییٰ اللیثی ہیں۔ اوّل نے امام مالک سے موطا سترہ مرتبہ سنی اور ثانی نے ایک مرتبہ۔ (۲۴) ان کے علاوہ اور بھی بکثرت روایات تھیں جو اختلاف نسخ کی بنا پر مشہور و متداول تھیں۔ (۲۵)

۲۱- ابن قرقول مطالع الانوار ق ۳-

۲۲- ابن القوطیۃ تاریخ فتح الاندلس المکتبۃ المحمودیۃ، القاہرہ، ص ۲۵-

۲۳- قاضی عیاض بن موسیٰ ترتیب المدارک، الرباط ۱۳۸۳ھ، ج ۲، ص ۸۹-

۲۴- قاضی عیاض الغنیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ، ص ۹۸-

۲۵- دیکھیے مزید تفصیل السیوطی جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر (م ۹۱۱) تنویر الحوالک، القاہرہ ۱۳۷۰ھ، ج ۱، ص ۸، عبدالعزیز الدھلوی بستان المحدثین، کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۶۹ تا ۷۰-

محدث اندلس بقی بن مخلد القرطبی (۲۰۱ - ۲۷۶ ھ) نے بھی مشرق کے محدثین کی بے شمار کتب احادیث کو اندلس میں روشناس کرایا۔ اپنی زندگی کے ۳۴ سال طلب علم کے لیے رحلہ میں صرف کئے۔ احادیث و آثار کی روشنی میں اپنی مجتہدانہ و فقیہانہ روش سے وہ آثار چھوڑے کہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اندلس میں مسلمانوں کے لیے ایک ایسی چیز گاڑ دی ہے جسے صرف دجال ہی اکھیڑ سکتا ہے۔ حدیث کی جو کتب انہوں نے اندلس میں متعارف کرائیں ان میں مصنف ابن ابی شیبہ اور کتاب الام وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جب کہ امام احمد بن حنبل، حرملہ بن یحیی التجیبی، زہیر بن حرب، سحنون بن سعید الفقیہ اور محمد بن بشار وغیرھم کا بھی بیش بہا ذخیرہ تھا جو انہوں نے ان شیوخ سے براہ راست اخذ کیا تھا۔ (۲۶)

اسی طرح کتاب صحیح البخاری اندلس میں امام بخاری کے دو شاگردوں ابراہیم بن معقل النسفی م ۲۹۵ ھ اور امام ابو عبداللہ الفربری م ۳۲۰ کے ذریعے پہنچی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔

"اندلس اور مغرب میں صحیح بخاری انہی دو حضرات کے ذریعے ہی پہنچی ہے کیونکہ ان دونوں نے امام بخاری سے اوروں کی نسبت زیادہ سماع کیا ہے۔" (۲۷)

ابوذر الہروی م ۴۳۴ ھ کا نسخہ صحیح بخاری مشرق و مغرب دونوں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ الہروی نے اس نسخے کو لکھا اور پھر تین اساتذہ ابو اسحاق المستملی م ۳۷۶ ھ، الامام السرخسی م ۳۸۱ ھ اور ابو الہیثم الکشمیہنی م ۳۸۹ ھ پر الگ الگ پڑھا۔ ان تینوں سے تصحیح کے بعد اس کو آگے منتقل کر دیا۔ الہروی کے یہ تینوں اساتذہ ابو عبداللہ الفربری کے براہ راست شاگرد ہیں اور الفربری کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہی کی روایت ان کے ضبط و اتقان کی بدولت دوسروں کے مقابلے میں اس لیے بھی مشہور ہوئی کہ انہوں نے امام بخاری سے ان کے آخری ایام میں صحیح بخاری کا سماع بھی کیا اور امام بخاری کے شاگردوں ابو طلحہ البزدوی م ۳۲۹ ھ کے بعد یہ آخر تک زندہ بھی رہے۔

الہروی کے اس نسخے کے متعلق ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اتقن الروایات عندنا روایۃ ابی ذر لضبط لها و تمیزہ لاختلاف سیاقها" (۲۸)

۲۶۔ ابن الفرضی عبداللہ بن محمد تاریخ علماء الاندلس، الدار المصریہ للتالیف، ۱۹۶۶، ج ۲، ص ۵، الذہبی سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۲۸۹۔ موصوف نے ایک مسند بھی لکھی جو ۱۳۰۰ اجزاء پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تھی جس میں ۱۳۰۰ سے کچھ زائد صحابہ کرام کے ناموں پر مرتب احادیث کا بیش بہا اور تاریخ صحابہ کا انمول ذخیرہ محفوظ تھا۔ افسوس کہ یہ کتاب زمانہ کی دستبرد سے نہ بچ سکی۔ مؤلف نے فقہ اور ابواب الاحکام کی ترتیب سے ہر صحابی کی روایات کو اس میں سمو دیا تھا۔ جو بیک وقت مصنف بھی تھی اور مسند بھی۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ابن خیر الاشبیلی فہرستہ، قومش لبرقسطہ ۱۸۹۳م، ص ۱۴۰، الذہبی سیر اعلام ج ۱۳، ص ۲۹۱، احسان عباس، رسائل ابن حزم علی بن احمد بیروت ۱۹۸۱ء، ج ۲، ص ۱۷۸، ۱۷۹۔

۲۷۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، دار التراث القاہرہ، ج ۱، ص ۹، الفنیہ الدار العربیۃ للکتاب، لیبیا، تیونس ۱۳۹۸۔

۲۸۔ ابن حجر احمد بن علی ہدی الساری، ص ۴۔

ابوذر کی روایت ہمارے یہاں ضبط و اتقان اور روایات کے سیاق میں پیدا شدہ اختلافات کی تمیز کرنے میں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اندلس میں سب سے پہلے اس نسخے کو متعارف کرانے میں ابو الولید الباجی م ۴۷۴ھ ہیں جنہوں نے ابوذر الہروی سے اپنے ۱۲ سالہ مشرق کے دورانیہ رحلہ میں براہ راست ان سے سنا اور لیا۔ الباجی سے ان کے دو عظیم شاگردوں ابوعلی الحسین بن محمد الجیانی اور الصدفی (جن کے نام اور کنیت میں اتفاق اور صرف نسبت میں اختلاف ہے) نے سنا اور ان سے قاضی عیاض نے حاصل کیا۔ یہ نسخہ خزانہ ملکیہ میں ایک ضخیم جلد کی شکل میں موجود ہے، جس کا نمبر ۵۰۵۲ ہے۔ اس پہ قاضی الصدفی اور ان کے بعد امام سخاوی کی اپنی تحریر بسلسلہ سند موجود ہے۔ امام سخاوی نے لکھا ہے۔

ھذہ النسخہ جمیعھا بخط الامام ابی علی الحسین بن محمد الصدفی شیخ القاضی عیاض وھی أصل سماع القاضی علیہ کما نری فی الطبقۃ المبینۃ فی الورقۃ المقابلۃ لھذہ۔(۲۹)

قاضی علیہ الرحمۃ کو بھی روایت بخاری کا شرف انہی دونوں طریقوں سے حاصل ہے۔ قاضی نے اسناد عالی کی پوری تفصیل لکھی ہے جن میں ابوذر الہروی، الأصیلی، ابوالحسن القابسی، کریمہ المروزیۃ اور ابن السکن وغیرہ کی روایت کا ذکر ہے۔ قاضی نے اپنے چند شیوخ کا ذکر بھی اس ضمن میں کیا ہے جن میں ابوعلی الصدفی، ابوعلی الغسانی، ابو الولید الباجی، ابومحمد بن عتاب، المھلب بن ابی صفرۃ، ابوعمر بن الحذاء اور الحافظ ابن عبد البر کے نام شامل ہیں۔(۳۰)

اسی طرح صحیح مسلم بھی اندلس میں دیگر طرق کے علاوہ ابواسحاق ابراہیم بن سفیان المروزی اور ابومحمد احمد بن علی القلانسی کے ذریعے پہنچی۔ روایات کی تفصیل کے ساتھ قاضی عیاض نے اپنے چند شیوخ کا بطور خاص ذکر کیا ہے جن سے انہیں مسلم کی روایت کی اجازت حاصل ہے ان میں ابومحمد عبد اللہ الخشنی، ابوبحر الاسدی، ابوالعباس العذری اور ابوعبداللہ التمیمی قابل ذکر ہیں۔(۳۱)

صحیحین، موطا اور دوسری کتابوں کے رواۃ اور مختلف علما کے شیوخ کے ناموں کا ذکر نمونہ از خروارے کے طور پر ضمناً یہاں اس لیے کر دیا گیا ہے تاکہ یہ واضح رہے کہ علاوہ سے ان کتابوں کے الگ الگ سماع کیے گئے اور ہر سماع ایک الگ نسخہ کی شکل میں لکھا گیا اور مستقل روایت قرار پایا اور سماع کا یہ طریقہ کار اہل اندلس کے درمیان تسلسل سے آخر وقت تک جاری رہا۔ اس کی کچھ تفصیل آگے بھی آ رہی ہے۔

۲۹۔ عبدالہادی تازی مجلۃ دعوۃ الحق، مارس ۱۹۷۳، ص ۱۵ صحیح الامام البخاری بخط الحافظ الصدفی۔

۳۰۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۱ ص ۹، الغنیہ ص ۱۰۷۔

۳۱۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۱ ص ۹، الغنیہ ص ۱۰۷۔

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے

اور اجماعی مسائل کو اختلافی بنانے کی عالمی سازشیں

روزنامہ جنگ لندن کی ۲۲/اپریل کی ایک خبر کے مطابق۔

پاکستان کی قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے متعدد ارکان نے وزیر اعظم کے ہمراہ ایک غیر ملکی خاتون مس ماریہ ایلی کے سعودی عرب اور عمرہ کی ادائیگی پر شدید اعتراض کیا ہے۔

اس خبر سے مسلمان برطانیہ کو معلوم ہوا کہ پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ کے ہمراہ سعودی عرب کے دورہ کے موقع پر ایک عیسائی خاتون مس ماریہ ایلی (جو خیر سے ایک اسلامی ملک کی وزیر اعظم کی پرسنل سیکرٹری کا منصب بھی رکھتی ہیں) بھی سرکاری وفد میں شریک تھیں اور اسی وفد کے ہمراہ مس ماریہ نے عمرہ بھی کیا۔ لیکن اس خبر سے یہ واضح نہ ہو سکا کہ مس ماریہ نے کس مذہب کے مطابق عمرہ ادا کیا عیسائی طریقہ کے مطابق یا اس طریقے پر عمرہ کیا جو اسے بے نظیر صاحبہ بتلاتی رہی۔ طواف اور صفا مروہ کی سعی کے دوران کیا پڑھتی رہی۔ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز میں قرآن کی آیتیں پڑھیں یا بائبل کی۔ کاش کہ اپوزیشن اس کی بھی وضاحت کرتے۔ یا حکومتی ارکان ہی اس پر کچھ روشنی ڈالیں تو بہت خوب ہو۔

مس ماریہ کے سعودی عرب جانے اور سرکاری وفد میں شامل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا اور اس کے پیچھے کیا سازش تھی اس کا بھی تادم تحریر علم نہ ہو سکا۔ لیکن ایک اسلامی ملک کے ایک وفد میں (جو سعودی عرب کے دورے پر تھا) ایک عیسائی خاتون کو شریک کرنے اور سعودی عرب کے اعلیٰ حکام سے گفتگو کے دوران اسے بھی شریک محفل بنانے سے پاکستان کے داخلی اور خارجی معاملات پر کتنا گہرا اثر پڑ سکتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

مس ماریہ نے عمرہ کا شرف حاصل کرنے اور حدود حرم میں بے خوف و خطر جانے کی خواہش خود کی تھی یا بے نظیر صاحبہ نے اسے اس پر تیار کیا تھا اس کا بھی پتہ نہ چل سکا اور نہ ہی اس کی تفصیل سامنے آئی کہ ایک عیسائی خاتون سعودی حکام کی اجازت سے حدود حرم میں داخل ہوئی تھی؟ یا سعودی حکام کو فریب دے کر مس ماریہ کو حدود حرم میں داخل کیا گیا تھا۔ ہم پاکستانی اور سعودی حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کی وضاحت کی جائے کہ یہ سب کچھ قانونی اجازت کے ساتھ تھا یا غیر قانونی حرکت تھی۔ اس وضاحت کے بعد ہی اس پر تبصرہ

کیا جائے گا۔

ایک عیسائی خاتون مس ماریہ کا حدود حرم میں اس طرح بے خوف وخطر گزر جانا پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے ایک حادثہ سے کم نہیں ۔ اور اس وقت ہر شخص یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ ایک اسلامی ملک کی وزیر اعظم کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ایک غیر مسلم خاتون کو حدود حرم میں داخل کرے ۔ اور مکہ مکرمہ کی سرحد پر لگے بڑے بڑے بورڈ "مکۃ المکرمہ للمسلمین فقط" کی کھلے عام دھجیاں بکھیر دے ۔ اگر سعودی حکام اس سے باخبر تھے تو یہ اس سے بھی بڑا حادثہ ہوگا کہ انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے ساتھ ساتھ ملکی قانون اور اپنے ہی لگائے ہوئے بڑے بڑے بورڈ کا ذرہ بھر خیال نہیں رکھا ، اور جسے کے کاتے ہوئے سوت کو شام کے وقت تار تار کر دیا ۔ فالی اللہ المشتکی ۔

ابھی مس ماریہ کے حدود حرم میں داخل ہوتے اور خانہ کعبہ کے قریب پہونچنے پر لوگ تبصرہ کر رہے تھے کہ وفاقی شرعی عدالت کے ایک فقہی مشیر ڈاکٹر محمد اسلم خاکی کا ایک اور دلآزار بیان شائع ہوا کہ ۔

حج اور عمرہ کی ادائیگی صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کے بعد کی تمام امتوں کے لیے ہے اس لیے کوئی بھی اہل کتاب خانہ کعبہ میں عمرہ یا حج ادا کر سکتا ہے ۔ قرآن کی رو سے اللہ کے گھر کی طرف سفر صرف مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ تمام صاحب استطاعت لوگوں پر ہے ۔ انہوں نے کہا کہ اس پابندی کو تمام غیر مسلموں اور خاص طور پر پُرامن اور غیر مشرکانہ طور پر حج یا عمرہ کی ادائیگی کرنے والوں پر ہرگز لاگو نہیں کیا جا سکتا پس کوئی بھی شخص یا اہل کتاب امن اور عدم شرک کی شرط پر حرم میں داخل ہو سکتا ہے ۔ (روزنامہ جنگ ۴؍۲ اپریل ۹۴ء)

پھر جنگ لندن کی ۴ مئی کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ۔

وفاقی شرعی عدالت کے فقہی مشیر اور اسلامی قانون کے استاد ڈاکٹر اسلم خاکی نے ایک دفعہ پھر کہا ہے کہ میں اپنی اس رائے پر اب بھی قائم ہوں کہ اہل کتاب امن اور عدم شرک کی شرط پر حدود حرم میں داخل ہو سکتے ہیں اور غیر مشرکانہ انداز میں حج وغیرہ بھی ادا کر سکتے ہیں ۔

یعنی امریکہ کے صدر بل کلنٹن ، برطانیہ کے جان میجر ، فرانس کے صدر متراں ، جرمنی کے چانسلر کوہل اور ان سب کے استاد پوپ جان پال اگر اپنی پوری فوج کے ساتھ حج اور عمرہ کے نام پر خانہ کعبہ کے گرد گھیرا ڈال دے اور کئی کئی مہینوں تک وہاں سے اٹھنے کا نام نہ لے تو خاکی صاحب کی مسرت کی تو کوئی انتہا نہ ہوگی کہ اس دروازے سے ماشاء اللہ کئی نورانی چہرے (؟) داخل ہو رہے ہیں ۔ اور ان سب کا ثواب بھی خاکی صاحب کے ہی نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا ۔

بعض درباری حامیوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ جب حزب اختلاف کے ایک لیڈر اپنے کاروبار میں ایک ہندو کو نگراں و رازداں بنا سکتا ہے تو حزب اقتدار کی لیڈر ایک غیر مسلم عیسائی خاتون کو اپنا رازداں کیوں نہیں بنا سکتی اور اسے اپنے ہمراہ سعودی عرب اور مکہ مکرمہ کیوں نہیں لے جا سکتی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ہم اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاتے کہ پوپ جان پال بل کلنٹن ۔ جان میجر ۔ اور مس ماریہ مشرک و منکر ہیں یا نہیں؟ اور نہ ہی اس بحث میں جاتے ہیں کہ اہل کتاب کو حدود حرم میں جانے کی اجازت ہے یا نہیں ۔ سوال صرف یہ ہے کہ ایک اجماعی مسئلہ کو خواہ مخواہ اختلافی بنانا اور اس پر اصرار کرنا دین و اسلام کی کونسی خدمت ہے؟ اور ان غلط کاروں کی غلط کاری کی ہاں میں ہاں ملانا اور ان کی غلط روی کو اسلام کا لباس پہنانے کی کوشش کرنا آخر کس بات کی غمازی کرتا ہے ۔

ڈاکٹر اسلم خاکی کا یہ کہنا بھی ایک مذاق سے کم نہیں کہ ۔

اب تک ان کی اس رائے کو اسلامی نظریاتی کونسل اسلامی یونیورسٹی یا کسی معتبر ادارے کے کسی عالم نے چیلنج نہیں کیا، چند مولویوں کی طرف سے اس رائے کو چیلنج کرنا اور قرآنی آیت کو اس کے سیاق و سباق سے ہٹا کر جواز بنانا جہالت کی دلیل ہے ۔ (۴ مئی ۱۹۹۲ء)

خاکی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ان کی رائے کو تو متعدد اسلامی اکابر مسترد کر چکے ہیں ۔ اور ان کے اس بیان کو چیلنج بھی کر چکے ہیں ۔ لیکن حدود حرم کے باہر بڑے جو دو بورڈ عرصہ دراز سے لگے ہوتے ہیں کہ مکۃ المکرمہ للمسلمین فقط ۔ اور دوسرا بورڈ "غیر المسلمین" کا جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اس حد سے آگے گزرنا غیر مسلموں کے لیے شرعاً "وقانوناً" ممنوع ہے ۔ دنیا کی کسی اسلامی نظریاتی کونسل یا اسلامی یونیورسٹی ۔ یا مذاہب اربعہ کے مستند مدارس و جامعہ یا ان کے کسی عالم نے چیلنج نہیں کیا ۔ اور سعودی عرب سے یہ نہیں کہا کہ تم نے جو یہ جو دو بورڈ لگائے ہوئے ہیں یہ جہالت کی دلیل ہے ۔ نہ کسی نے ان علماء کو یہ کہا کہ تم نے قرآن کی آیت کو اس کے سیاق و سباق سے ہٹایا ۔ خاکی صاحب کے بیان کو تو برسرعام چیلنج کیا گیا جب کہ ان بورڈوں کو آج تک کسی نے قابل اعتراض نہیں کہا ۔

البتہ اعدائے اسلام کی یہ کوشش و سازش رہی ہے کہ حرمین شریفین کو بھی کھلا شہر قرار دے دیا جائے تاکہ اسلام کے ان دو مقدس و محترم مقامات بھی ان بدبختوں کی سازشوں کا نشانہ بنتے رہیں ۔ برطانیہ سے شائع ہونے والا عیسائیوں کا مشہور رسالہ NEW LiFE نے اپنے ۹۰ ویں شمارے میں جہاں اس عنوان پر مفصل مضمون لکھا کہ کون کون سے اسلامی ممالک میں عیسائیوں اور ان کی عبادت گاہوں پر ظلم کیے جا رہے ہیں ۔ (جن میں سعودی عرب ۔ کویت ۔ پاکستان ۔ سوڈان ۔ کا بطور خاص نام لیا گیا ہے) وہیں حدود حرم کے باہر لگے

بڑے بڑے بورڈ کی تصاویر بھی شائع کی ہیں ۔ اور یہاں تک کہا گیا کہ سعودی عرب میں غیر مسلموں کو بھی اسی طرح پوری آزادی دی جائے ۔ جیسے غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو حاصل ہیں ۔ یہ مطالبہ برطانیہ کی کرسچین انسانی حقوق کی تنظیم کی طرف سے کیا گیا ۔

SAUDI AUTHORITITIES TO PROVIDE THE SAME-
PREEDOMS FOR NON MUSLIM IN THEIR COUNTRY
AS MUSLIM ARE AFFORDED IN OURS.

اسی مضمون کے ساتھ حدودِ حرم کے باہر لگے بورڈ کی تصویر بھی جلی انداز میں شائع کی گئی جس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ صرف مسلمانوں ہی کے لیے کیوں ہے ۔ یہاں صرف انہیں ہی جانے کی اجازت کس لیے ؟ غیر مسلموں یعنی اہل کتاب وہاں کیوں نہیں جا سکتے جب کہ وہ بھی حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں ۔ سو جس طرح ایک غیر مسلم ملک میں مسلمان پر کوئی پابندی نہیں جہاں وہ جانا چاہے آجا سکتا ہے اسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر سے بھی یہ پابندی (اہل کتاب سے) اٹھائی جائے ۔

ہم نہیں جانتے کہ اسلم خاکی صاحب کا بیان ان لوگوں کی حمایت میں شائع ہوا ہے یا ان لوگوں کا مطالبہ خاکی صاحب کے بیان کی مزید تائید کے لیے کیا گیا ہے ۔ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے اور غیر مسلموں (اہل کتاب) کو وہاں پوری آزادی کے ساتھ جانے کی سازش ہو رہی ہے ۔ (اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے آمین)

حضرات علماء عظام بالخصوص اکابرین ملت سے درخواست ہے کہ اس قسم کے درباری ملاؤں اور نام نہاد اسلامی قانون کے ماہروں کا محاسبہ کیجیئے ۔ اسی قسم کے لوگ اسلام کے اجماعی مسائل کو اختلافی بنانے اور لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوششوں میں لگے ہوتے ہیں ۔ اور اپنے حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے متفق علیہ مسائل پر بھی ضرب لگانی پڑ جائے تو انہیں دریغ نہیں ہوتا ۔

تاویل کا وہ رنگ چڑھا دیتے ہیں
صورت ہی حقائق کی مٹا دیتے ہیں

ہوتے ہیں بہت شارح دیں ایسے بھی
ایمان کو الحاد بنا دیتے ہیں ۔

سید جلال الدین عمری

آداب طعام اور ان کی معنویت

قرآن و سنت کی روشنی میں

(۲)

دو دو کھجوریں ایک ساتھ نہ کھائی جائیں

کھجور اہلِ عرب کی غذا میں شامل تھی۔ ہدایت ہے کہ اس کے کھانے میں ساتھیوں کا خیال رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سب تو ایک ایک کھجور کھائیں اور ان ہی میں کا ایک فرد دو دو کھجور کھاتا چلا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔[1]

نهى النبي صلى الله عليه وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی ایک
ان يقرن الرجل بين التمرتين	ساتھ دو دو کھجور ملا کر کھائے جب تک کہ اس
جميعا حتى يستاذن اصحابه[2]	کے ساتھی اسے اس کی اجازت نہ دے دیں۔

حدیث میں قِران کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی جوڑنے اور ملانے کے ہیں یہاں دو دو کھجور ملا کر کھانے کا ذکر ہے۔ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر اس طرح کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حکم ان تمام پھلوں اور میووں کا ہو گا جو ایک لقمہ میں دو دو کھائے جا سکتے ہیں۔ جیسے تخم بادام مغز اخروٹ اور منقہ وغیرہ۔[3]

---

[1] فتح الباری: ۹/۵۶۹

[2] بخاری، کتاب الشرکۃ، باب القران فی التمر بین الشرکاء حتی یستاذن اصحابہ۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب نہی الاکل مع جماعۃ عن قران تمرتین ونحوہما فی لقمۃ الا باذن اصحابہ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ کہ ساتھیوں کی اجازت ہو تو دو دو کھجور کھائے بھی جا سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے لیکن یہ اور اسی طرح کی دوسری روایات میں صراحت ہے کہ یہ جملہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہی کا حصہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۹/۵۷۰-۵۷۱۔

[3] ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۹/۵۷۲

امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے اور جو علت وجود ہے وہ سمجھ میں آرہی ہے۔ دیکھو اس کا تعلق اس وقت کی خاص صورتِ حال سے ہے۔ لوگ معاشی تنگی اور غذائی قلت سے دوچار تھے۔ غذائیں بہت کم تھیں لیکن ایثار کا جذبہ موجود تھا۔ تھوڑے سے کھانے میں بھی وہ دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات کھانا بہت تھوڑا ہوتا اور مجلس میں ایسے افراد بھی ہوتے جو سخت بھوک سے دوچار ہوتے۔ وہ اس خیال سے کہ ان کی گرسنگی دور ہونے سے پہلے ہی کہیں کھانا ختم نہ ہوجائے دو دو کھجور ملا کر کھانے اور بڑے بڑے لقمے لینے لگتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہ ادب بتایا کہ ساتھیوں کی اجازت کے بغیر ایسا نہ کیا جائے تاکہ انھیں ناگواری نہ ہو اور وہ یہ محسوس نہ کریں کہ آدمی خود کو دوسروں پر ترجیح دے رہا ہے۔ لیکن آج یہ صورتِ حال نہیں ہے اب وسعت اور فراخی حاصل ہے۔ لوگ جب جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو کھانے کی ترغیب دیتے اور آمادہ کرتے ہیں، اس لیے اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں اگر کبھی عسرت اور تنگی کی پہلی سی صورتِ حال پیدا ہوجائے تو پھر یہی حکم عود کر آئے گا[1]

امام نووی نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا تعلق مخصوص حالات سے تھا۔ اگر یہ بات ثابت بھی ہوجائے تو حدیث کے الفاظ عام ہیں اس لیے حکم بھی کسی دور کے لیے مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر دور کے لیے ہوگا۔ البتہ حدیث میں حرکت سے منع کیا گیا ہے اس کی نوعیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اہلِ ظاہر کے نزدیک اس سے حرمت نکلتی ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں اس میں ایک ادب اور تہذیب کی تعلیم دی گئی ہے اس کی خلاف ورزی مکروہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس معاملہ میں کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

اگر کھانے کی چیز مشترک ہو تو قران حرام ہے۔ الا یہ کہ سب کی رضا مندی حاصل ہو۔ یہ صراحتاً بھی ہوسکتی ہے اور اس کا اظہار حالات و قرائن اور بے تکلفی اور محبت کے انداز سے بھی ہوسکتا ہے۔ بہرحال آدمی کو یقین یا ظن حاصل ہونا چاہیے کہ کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہے اور سب ہی کی طرف سے اجازت ہے۔ اگر کھانا اہلِ مجلس ہی میں سے کسی کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت ضروری ہے۔ اسی طرح اہل مجلس کے علاوہ باہر کے کسی شخص کی طرف سے ہو تو اس کی اجازت چاہیے البتہ جس کا کھانا ہے اس کے لیے قرآن ناجائز نہ ہوگا۔ کھانا کم ہو تو قران نہیں ہونا چاہیے تاکہ سب ہی برابر فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر زیادہ ہو کہ کھانے کے بعد بچ بھی سکتا ہو تو قران میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانے میں ادب کا تقاضا یہ ہے کہ حرص و ہوس کا مظاہرہ نہ ہو۔ ہاں اگر جلدی ہو یا کوئی ضروری کام درپیش ہو تو قرآن ہو

---

[1] خطابی معالم السنن: ۴/۲۵۵-۲۵۶

سکتا ہے [1]

حقیقت یہ ہے کہ حدیث کا ایک قانونی پہلو بھی ہے اور یہ ادب و اخلاق کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کھانے کی کوئی چیز مشترک ہو تو اسے عملاً سب کے درمیان مساوی تقسیم ہونا چاہیئے۔ آدمی کو ایسا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے جس سے دوسرے کا حق مارا جائے یہ اس کے لیے ناجائز ہوگا۔ وہ اپنے حق سے زیادہ استفادہ اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ شرکاء مجلس کی طرف سے اس کی اجازت حاصل ہو۔ یہ قانونی پہلو ہے لیکن جہاں بے تکلفی کی مجلس ہو، کھانے کی چیزیں فراوانی سے موجود ہوں، کسی کا حصہ متعین نہ ہو بلکہ ہر ایک کو حسب خواہش کھانے کی اجازت ہو وہاں یہ قانونی بحث نہیں پیدا ہوتی۔ لیکن آداب مجلس کا خیال رکھنا ہوگا۔ کھانے میں بے صبری، حرص اور لالچ کا مظاہرہ آدمی کے وقار کو مجروح کرتا ہے، ساتھیوں کی نگاہ میں اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس کے قانونی اور اخلاقی پہلوؤں کے علاوہ ایک طبی پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دو دو کھجور کھانے میں، جب کہ ان میں گٹھلی موجود ہو آدمی احتیاط کے ساتھ چبا نہیں سکتا، اس سے مسوڑھوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اس کے برخلاف ایک کھجور ہو تو اس کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے [2]

کھانے کے بعد وضو

حدیث میں کھانے کے بعد بھی وضو کا ذکر ہے۔ اس ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کیا پکی ہوئی غذاؤں کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا تعلق بڑی حد تک صفائی ستھرائی سے بھی ہے اس لیے اس پر یہاں کسی قدر تفصیل سے بحث کی جا رہی ہے۔ اس مسئلہ میں روایات چونکہ مختلف ہیں اس وجہ سے علماء کے درمیان رایوں کا اختلاف بھی ہے [3]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی غذا کے استعمال کے بعد وضو ضروری ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوضوء مما مست النار [4]	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو (جو اس پر پکی ہو) اس کے کھانے سے وضو (ضروری) ہے۔

---

[1] نووی: شرح مسلم جلد ۵ جز ۱۳ ص ۲۲۸ - ۲۲۹ [2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۸۷

[3] امام مسلم نے اس موضوع سے متعلق مختلف روایات جو ان کی شرائط پر پوری اترتی تھیں اپنی صحیح میں جمع کر دی ہیں۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الحیض۔

[4] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

توضؤا مما مست النار[1] جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو اس کے استعمال کے بعد وضو کرو۔

یہی حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے[2]

ان احادیث کی بنا پر حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت حسن بصری، امام زہری وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[3]

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کھانے کے بعد پہلے وضو ہی سے نماز پڑھی دوبارہ وضو نہیں فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ نے بکری کا شانہ تناول فرمایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا[4]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کپڑے ٹھیک کر کے نماز کے لیے نکلے کہ اتنے میں گوشت اور روٹی کا تحفہ پیش ہوا اس سے تین لقمے آپ نے لیے پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی لیکن پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر شانہ کا گوشت کھایا۔ اس کے بعد نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا[5]

---

[1] حوالہ سابق

[2] حوالہ سابق۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جو چیز اللہ کی کتاب میں حلال ہے کیا اس کے کھانے پر مجھے اس لیے وضو کرنا ہوگا کہ وہ آگ پر پکی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کے جواب میں اپنے ہاتھ میں کنکر لیے اور فرمایا میں ان کی تعداد کے برابر گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز آگ پر پکے اس کے کھانے کے بعد وضو کرو۔ نسائی کتاب الطہارۃ۔ باب الوضوء مما غیرت النار۔

[3] نووی، شرح مسلم، ج ۲ جزء ۴ ص ۴۲۔

[4] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ گوشت کھانے کے بعد کمبل سے جو آپ کے نیچے تھا۔ ہاتھ صاف کیا اور نماز پڑھی۔ کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پانی استعمال نہیں فرمایا اور کپڑے سے ہاتھ صاف فرمایا۔ جن روایتوں میں پانی کے عدم استعمال کا ذکر ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا انہیں اسی پر محمول کرنا چاہیئے کہ ہاتھ زیادہ آلودہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے پانی کی ضرورت نہیں محسوس فرمائی [5] مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔

حضرت ابو رافع ؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کلیجی بھونا کرتا۔ آپ اس کو کھا کر نماز پڑھتے اور وضو نہیں فرماتے تھے۔[1]

علامہ بغوی فرماتے ہیں خلفائے راشدین، صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے اکثر اصحاب علم کی یہی رائے ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا۔[2]

علامہ نووی کے بقول سلف و خلف کے علماء کی اکثریت اسی مسلک کی قائل ہے۔ انہوں نے اس کے قائلین میں خلفاء راشدین کے ساتھ بعض اور اکابر کا بھی نام لیا ہے ان میں حضرت عائشہ ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ بھی ہیں۔ جنہوں نے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کی حدیث روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہی جمہور تابعین، ائمہ اربعہ، اسحٰق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، ابو ثور وغیرہ کی بھی رائے ہے۔[3]

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کا جواب جمہور نے یہ دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ اس کا ثبوت خود احادیث سے ملتا ہے۔ حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں۔

کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار[4]	آپ نے (وضو کیا بھی، نہیں بھی کیا، لیکن ان) دونوں میں آپ کا آخری عمل (اس چیز کے کھانے سے) وضو نہ کرنا ہے جس کی شکل آگ نے بدل دی ہو۔

اس سے صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں تو پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کا حکم دیا تھا لیکن بعد میں اسے ضروری نہیں قرار دیا۔ اب یہ اجازت ہے کہ آدمی چاہے وضو کرے یا نہ کرے۔ اس کے

---

[1] حوالہ سابق [2] حوالہ سابق [3] بغوی: شرح السنۃ: ۱/۳۴۷

[3] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۳

[4] ابوداؤد، کتاب الطہارہ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔ نسائی، کتاب الطہارہ، باب ترک الوضوء مما غیرت النار۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ مختصر روایت ہے تفصیل دوسری روایت میں اس طرح بیان ہوئی ہے حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے گوشت اور روٹی پیش کی۔ آپ نے تناول فرمائی۔ پھر پانی طلب کیا، وضو فرمایا اور ظہر کی نماز ادا کی پھر جو کھانا رہ گیا تھا وہ طلب فرمایا اس بعد نماز پڑھی لیکن وضو نہیں فرمایا۔ ابو داؤد و حوالہ سابق۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر ؓ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پہلے وضو ضروری قرار دیا گیا تھا بعد میں ضروری نہیں رہا۔ بلکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اس میں دو طرح کے عمل آپ سے دیکھے گئے۔ آپ نے کھانے کے بعد پہلی مرتبہ وضو فرمایا اور دوسری مرتبہ وضو نہیں فرمایا۔ اسے ایک ہی واقعہ ماننے کے بعد یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ پہلی مرتبہ آپ نے وضو اس لیے فرمایا کہ وضو نہیں تھا۔ دوسری مرتبہ وضو اس لیے نہیں فرمایا کہ پہلے سے وضو تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے وضو یہ بتانے کے لیے کیا ہو کہ یہ مستحب ہے۔ دوسری مرتبہ وضو نہ کرکے یہ بتایا کہ وضو ضروری نہیں ہے۔

خلاف بھی ایک روایت ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا آخری حکم کھانے کے بعد وضو کا تھا لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لیے اسے ترجیح دی گئی ہے[1]

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وضو سے یہاں لغوی وضو مراد ہے شرعی وضو نہیں۔ لغت میں منہ ہاتھ دھونے کو وضو کہا جاتا ہے[2]۔ اسی معنی میں حضرت قتادہ کا قول ہے۔

من غسل يديه فقد توضأ[3]　جس نے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیے اس نے وضو کر لیا۔

بیضاوی کہتے ہیں لغت میں وضو کے معنی نظافت کے ہیں۔ اس میں محض اعضاء کا دھونا اور پاک صاف کرنا آتا ہے۔ شریعت میں اس کا ایک خاص مفہوم ہے۔ جن احادیث میں کھانے کے بعد وضو کا حکم ہے ان میں ہاتھ کا دھونا مراد ہے تاکہ جو چکنائی لگی ہے وہ ختم ہو جائے[4]

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں جو اختلاف تھا وہ دور اول میں تھا۔ بعد میں اجماع ہو گیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو لازم نہیں آتا[5]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بکری کے گوشت اور اونٹ کے گوشت کے استعمال میں فرق ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد ہم وضو کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارا جی چاہے وضو کرو، جی چاہے نہ کرو۔ پھر اس نے سوال کیا کہ کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو[6]

اسی مفہوم کی ایک اور روایت حضرت براء بن عازبؓ سے بھی آتی ہے[7]

---

[1] حضرت عائشہ کی روایت کے جواب میں ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی جن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرمایا، ان کو ناسخ سمجھا جائے گا، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا شمار اصاغر صحابہ میں ہوتا ہے۔ انہیں رسول اللہؐ کی صحبت آپ کی زندگی کے آخری دور میں حاصل ہوئی ان کی روایت آپ کے آخری عمل کی روایت ہے۔ لیکن یہ کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے اس لیے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ان میں سے کون سی روایت مقدم ہے اور کون سی مؤخر اس کے لیے محض صحابی کا بعد میں فیض اٹھانا کافی نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مناوی: فیض القدیر: ۳/۲۷۵

[2] نووی: شرح مسلم ج ۲ جز ۴ ص ۴۳　[3] بغوی: شرح السنتہ: ۱/۳۵۰

[4] مناوی: فیض القدیر: ۲/۲۷۵　[5] نووی: شرح مسلم ج ۲ جز ۴ ص ۴۳

[6] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من لحوم الابل　[7] ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من لحوم الابل، ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی الوضوء من لحوم الابل۔

جمہور کی رائے اونٹ کے گوشت کے بارے میں بھی یہی ہے کہ اس کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہاں وضو سے مراد منہ اور ہاتھ کا دھونا ہے۔ اونٹ کے گوشت کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس میں زیادہ چکنائی ہوتی ہے۔
لیکن مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر امام احمدؒ اسحاق بن راہویہ اور بعض اصحاب کے نزدیک بکری اور اونٹ کے گوشت میں فرق ہے۔ بکری کے گوشت سے تو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اونٹ کے گوشت سے ٹوٹ جاتا ہے[1] امام نووی فرماتے ہیں۔

المذهب اقوى دليلا وان كان الجمهور على خلافه۔

یہ مسلک دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے گو کہ جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ نے وضو نہیں کیا، اس سے ایک عام حکم نکلتا ہے جب کہ یہاں خاص طور پر اونٹ کے گوشت کے بارے میں ایک بات کہی گئی ہے۔ خاص حکم عام حکم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے[2]
متاخرین میں قاضی شوکانی ان حضرات کے ہم خیال ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نماز کے لیے از سر نو وضو کرنا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم قولی احادیث سے ثابت ہے۔ یعنی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وضو کرو۔ اس کے برعکس جن احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضروری نہیں ہے وہ فعلی احادیث ہیں۔ یعنی آپ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ قولی و عملی احادیث میں تعارض ہو تو قولی احادیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اس سے صرف بکری کا گوشت مستثنیٰ ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے بارے میں صریح روایات موجود ہیں۔ باقی رہا یہ کہنا کہ وضو سے منہ ہاتھ دھونا مراد ہے۔ بالکل غلط ہے اس لیے کہ وضو ایک شرعی اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے۔ منہ ہاتھ دھونے کو وضو نہیں کہا جاتا۔[2]
اس سلسلہ کی ایک رائے یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو مستحب ہے ضروری نہیں ہے۔ اس طرح جن احادیث میں وضو کا حکم ہے اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وضو نہیں کیا ہے تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔ علامہ خطابی کی یہی رائے ہے۔ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ایک روایت کے ذیل میں، جس میں عدم وضو کا ذکر ہے، فرماتے ہیں۔

وفى الخبر دليل على ان الامر بالوضوء مما غيرت النار استحباب لا امر ايجاب[3]

حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز کی ہیئت آگ نے بدل دی ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کا حکم استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے

---

[1] بغوی: شرح السنۃ، ۱/ ۳۴۹-۳۵۰ [2] نووی: شرح مسلم ج ۲ جزء ۴ ص ۴۹
[2] نیل الاوطار: ۱/ ۲۵۲-۲۵۳- نیز ملاحظہ ہو ص ۲۶۲ [3] معالم السنن، ۱/ ۶۹

یہی رائے مجدالدین عبدالسلام ابن تیمیہ کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

هذه النصوص انما تنفی الایجاب لا الاستحباب ولهذا قال للذی ساله انتوضا من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضا وان شئت فلا تتوضا ولولا ان الوضوء من ذالك مستحب لما اذن فيه لانه اسراف وتضييع للماء بغير فائدة[1]	ان نصوص سے وجوب کی نفی ہوتی ہے، استحباب کی نہیں اسی لیے آپ نے اس شخص کو جس نے سوال کیا کہ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا جائے یا نہ کیا جائے؛ جواب دیا کہ چاہو تو وضو کرو اور چاہو تو نہ کرو۔ اگر وضو مستحب نہ ہوتا تو آپ وضو کی اجازت ہی نہ دیتے۔ اس لیے کہ اس میں اسراف اور بے فائدہ پانی کا ضیاع ہے۔

اگر کھانے کے بعد وضو کو مستحب بھی مان لیا جائے تو یہ صفائی اور نظافت کے ساتھ ایک کار ثواب بھی ہوگا۔ اس کا اہتمام کر کے یہ دونوں مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اس بحث کا تعلق اس سے ہے کہ کھانے کے بعد نماز کے لیے نیا وضو ہوگا یا نہیں؛ اس سے ہٹ کر جہاں تک کلی کرنے یا منہ صاف کرنے کا تعلق ہے اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ استعمال کرنے کے بعد پانی طلب فرمایا، کلی کی اور ارشاد فرمایا۔ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے[2] (اس لیے منہ کی صفائی ہونی چاہیے۔)

موطا کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے روٹی اور گوشت کھایا، پھر کلی کی، دونوں ہاتھ دھوئے اور انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیا[3]

اس سے کھانے کے بعد صفائی کے اہتمام کا اندازہ ہوتا ہے، اس لیے کہ جب تک ہاتھ پوری طرح صاف نہ ہوں کوئی صاحب ذوق انہیں چہرے پر پھیر نہیں سکتا۔

ایسی غذا کے استعمال کے بعد بھی کلی کا ثبوت ہے جس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ حضرت سوید بن نعمان، خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے پاس جو توشہ ہو لے آئیں۔ اس

---

[1] منتقی الاخبار مع شرح نیل الاوطار: ۱/۲۴۶

[2] بخاری، کتاب الوضوء، باب ہل یمضمض من اللبن۔ مسلم، کتاب الحیض، باب الوضوء مما مست النار۔

[3] موطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما مست النار۔

وقت صرف ستو ہی تھا وہی لایا گیا۔ اسے بھگویا گیا۔ آپ نے وہی تناول فرمایا اور ہم نے بھی وہی کھایا۔ پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے کلی کی تو ہم نے بھی کلی کی اس کے بعد نماز پڑھی۔ وضو نہیں فرمایا۔

امام نووی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے ذیل میں جس میں دودھ کے استعمال کے بعد کلی کا ذکر ہے، فرماتے ہیں۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ دودھ استعمال کرنے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور ماکولات و مشروبات کا بھی یہی حکم ہے۔ ان میں بھی کلی کرنا مستحب ہے تاکہ منہ میں غذا کے ریزے نہ رہ جائیں اور نماز میں انہیں نگلنا نہ پڑے اور منہ صاف رہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا مستحب ہے یا نہیں؛ بظاہر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے اِلّا یہ کہ یہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے اور کوئی میل کچیل اس پر نہیں ہے۔ کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ ہاں اگر ہاتھ پر کھانے کا اثر نہ ہو، جیسے کھانا خشک ہو اور ہاتھ کو نہ لگے تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کھانے کے لیے ہاتھ دھونا اس وقت مستحب ہوگا جب کہ کھانے سے پہلے ہاتھ پر گندگی یا کھانے کے بعد بو محسوس ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ دھونے یا نہ دھونے کا تعلق اس بات سے ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ پاک صاف ہے یا نہیں اور کھانے کے بعد اس کے اثرات باقی ہیں یا نہیں؛ صفائی ہر حال میں مستحب ہے کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی۔

(بقیہ ص ۲۶ سے)

آپ کے ماہنامہ الاسلام کی خصوصی اشاعت اولاد و نسل نمبر کے تبصرہ کے وقت تعارف کرایا تھا کہ برطانیہ میں جتنی بھی انجمنیں، تنظیمیں اور ادارے ہیں اور جو خدمات انجام دے رہے ہیں، ماشاء اللہ حضرت باوا صاحب کی خدمات ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں کہ وہ دینی خدمات میں اپنی جان و مال دونوں لگاتے ہیں۔ اولاد و نسل نمبر کے علاوہ آپ کی کتب مکتوب (مولانا سعید احمد خاں صاحب مدظلہ)، ملفوظات و ارشادات، فضائل دعوت و تبلیغ، فضائل ایمان و یقین اور موجودہ الاستفتاء کی دو کتابیں قابل ذکر ہیں۔ آپ کی کتب کے مضامین نہایت معنیٰ خیز، عام فہم اور بہترین ترتیب کے ہوتے ہیں کہ جب تک ختم نہ ہوں، چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اللہ پاک نے آپ کو دینی خدمات کا ایک عظیم جذبہ اور ولولہ عطا فرمایا ہے کہ زر کثیر خرچ کرکے وہاں کی گندی جانوری اور لعنتی تہذیب و تمدن کا دن رات مشاہدہ کرکے اس کی روشنی میں مضامین پیش کر رہے ہیں۔ آپ کے کئی مضامین ماہنامہ الحق میں چھپ چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں آپ نے اکتالیس سوالوں کے مفصل و مدلل جوابات تحریر فرمائے ہیں جو علمی لحاظ سے نہایت قیمتی ہیں اور عالم و غیر عالم کے لیے یکساں مفید ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و حیات اور خدمت و فیض میں خوب برکت عطا فرمادے آمین۔

ALSO APPROVED IN AMERICA BY U.S. ENVIRONMENTAL PROTECTION AGENCY WASHINGTON D.C.

جاپان کی وزارت صحت سے منظور شدہ

افکار و تاثرات

- شمالی علاقہ جات کے بارے میں اقدامات ۔ مولانا زاہد الراشدی
- بھارت کی جنگی تیاریاں اور ایڈز کے ۵ کروڑ مریض
  مفتی عمر حیات ڈیروی
- فحاشی اور عریانی کے خلاف ٹھوس اقدام کی ضرورت ۔ ڈاکٹر وسیم اختر و رفقاء
- صوفی رشید احمد کا سانحہ ارتحال ۔ مولانا ولی محمد بہاونگر

شمالی علاقہ جات کے بارے میں اقدامات، ایک خطرناک سازش، صدر پاکستان کے نام مکتوب مفتوح :

بگرامی خدمت جناب سردار فاروق احمد خان لغاری صاحب ۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان ۔

مزاج گرامی ؛

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ! گزارش ہے کہ کچھ دنوں سے قومی اخبارات میں وفاقی کابینہ کا ایک فیصلہ زیر بحث ہے ، جس کے تحت مبینہ طور پر گلگت اور اس سے ملحقہ شمالی علاقہ جات کو مستقل صوبہ کی حیثیت دی جا رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں چند حقائق کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔

۱۔ شمالی علاقہ جات، بین الاقوامی دستاویزات کی رو سے کشمیر کا حصہ ہیں اور اس نقشہ میں شامل ہیں جو پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۴۷ء سے متنازعہ چلا آرہا ہے ۔

۲۔ اس خطہ کے بارے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا یہ فیصلہ موجود ہے کہ یہ غیر طے شدہ اور متنازعہ علاقہ ہے اور اس کے مستقبل کا فیصلہ اس خطہ کے عوام، آزادانہ استصواب رائے کے ذریعے سے اپنی مرضی سے کریں گے ۔

۳۔ کشمیری عوام اس مسلمہ حق خود ارادیت کے لیے مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں اور اس کے لیے لاکھوں جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں ، جب کہ پاکستان ان کے اس موقف کی مکمل حمایت و تائید کرتے ہوئے عالمی رائے عامہ کو ان کے حق میں ہموار کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے ۔

۴۔ آزادی کشمیر کی جدوجہد کے اس فیصلہ کن مرحلہ میں عالمی سطح پر کشمیر کو تقسیم کرنے کی متعدد سازشیں

منظر عام پر آچکی ہیں، جو کشمیر اور کشمیریوں کی وحدت کو تباہ کرنے کے مترادف ہیں۔

۵۔ اس پس منظر میں شمالی علاقہ جات کو صوبائی حیثیت دینے کے بارے میں حکومت پاکستان کا مذکورہ فیصلہ کشمیر کی وحدت اور کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے سلسلہ میں پاکستان کے قومی موقف سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس سے مسئلہ کشمیر کو عالمی سطح پر ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

۶۔ یہ درست ہے کہ شمالی علاقہ جات کے عوام سیاسی و عدالتی حقوق سے مسلسل محروم چلے آرہے ہیں اور انہیں ان جائز حقوق سے مزید محروم رکھنا سراسر ناانصافی اور ظلم ہوگا، لیکن اس کا کوئی ایسا حل جو کشمیری عوام کی جدوجہد اور مسلّمہ موقف کو سبوتاژ کر دے، اس سے بھی بڑا ظلم شمار ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

۷۔ اس خطہ کے عوام کے جائز سیاسی و عدالتی حقوق کی بحالی کی واحد مناسب صورت یہ ہے کہ شمالی علاقہ جات کے عوام کو آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے اور آزاد کشمیر سپریم کورٹ و ہائی کورٹ کا دائرہ شمالی علاقہ جات تک وسیع کر دیا جائے۔

۸۔ اس لیے ہم آنجناب اور آپ کی وساطت سے حکومت پاکستان سے گزارش ہے کہ شمالی علاقہ جات کو مستقل صوبہ کی حیثیت دینے کے مذکورہ فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے اور کوئی بھی ایسی صورت اختیار کرنے سے مکمل گریز کیا جائے جو کشمیر کی وحدت اور کشمیری عوام کی جدوجہد کے لیے کسی بھی درجہ میں نقصان اور کمزوری کا باعث بن سکتی ہو۔

ابو عمار زاہد الراشدی۔ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ۔

بھارت کی پاکستان کے خلاف جنگی تیاریاں۔

بھارت نے پاکستان کے خلاف زبردست جنگی تیاریاں شروع کر دی ہیں اور سندھ کی سرحد پر اس نے اپنی فوج میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق بھارت نے صحرائی جنگ کا ماہر اپنا تیسرا ٹینک ڈویژن بھی راجستھان پہنچا دیا ہے جب کہ سندھ کی سرحد پر پہلے ہی اس کی فوج کی دو کور تعینات ہیں۔ بھارت نے سندھ کی سرحد پر اپنے تین میکانائیزڈ انفنٹری ڈویژن کی تعیناتی کے ساتھ ساتھ پرتھوی میزائل بھی نصب کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ وہ راجستھان سیکٹر میں ایسے ایک سو سے زائد میزائل نصب کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ عسکری تجزیہ نگاروں کے مطابق بھارت میں پاکستان کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کے جنون میں مبتلا بقہ طاقت پکڑتا جا رہا ہے اور بھارتی فوج کے سربراہ جنرل بی سی جوشی بھی پاکستان سے فیصلہ کن جنگ کے زبردست حامی ہیں جب کہ جنتا پارٹی ملک میں مذہبی جنون پیدا کر کے پاکستان کے خلاف جنگ کیلئے

رائے عامہ تیار کر رہی ہے اور بھارت میں مسلمانوں کے خلاف یہ نعرہ مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے "مسلمانوں کے دو ہی مقام قبرستان یا پاکستان" ذرائع کے مطابق بھارت مقبوضہ کشمیر میں چھ لاکھ فوج اور پیرا ملٹری فورسز تعینات کیے ہوتے ہے اور مزید تین ڈویژن فوج وہاں بھیج رہا ہے۔عسکری تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بھارت پاکستان کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے منصوبہ کے ابتدائی حصہ پر عمل درآمد شروع کر چکا ہے۔ وہ سندھ اور آزاد کشمیر پر حملہ کرے گا۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ نرسیما راؤ کی حکومت کسی بھی وقت پاکستان سے جنگ کے جنون میں مبتلا با اثر طبقہ کے دباؤ میں اگر کوئی فیصلہ کر سکتی ہے۔

بھارت میں ایڈز کے ۵ کروڑ مریض

بھارت میں تین سے پانچ کروڑ تک ایڈز کے مریض ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۰ء تک ۱۰ ہزار افراد یومیہ ایڈز سے ہلاک ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ بات انڈین ہیلتھ آرگنائزیشن کے ڈاکٹر آئی ایچ گیلاڈا نے ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ صدی کا سب سے بڑا چیلنج بھارت کے لیے ایڈز بن جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ مارچ میں بھارتی حکومت نے اس سلسلے میں جو رپورٹ جاری کی تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ بھارت میں ۷۰۰ افراد کو ایڈز ہے جبکہ ۱۴ ہزار افراد میں ایڈز کا وائرس پایا گیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ رپورٹ غیر حقیقی ہے کیونکہ بھارت میں ایڈز ٹیسٹ کی عوامی سطح پر کوئی سہولت نہیں اور نہ اس بیماری کے شکار مریضوں کے علاج معالجے کی کوئی سہولت حاصل ہے۔ ڈاکٹر گیلاڈا نے بتایا کہ اب بھارت میں گھریلو خواتین اور بچوں کی بھاری تعداد اس بیماری میں ملوث ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھارتی حکومت پر الزام لگایا کہ وہ اس سلسلہ میں عالمی بینک اور دیگر مالیاتی اداروں کی طرف سے دی جانے والی امداد کا صحیح استعمال نہیں کر رہی۔

مولانا مفتی عمر حیات ڈیروی

فحاشی اور عریانی کے خلاف اقدامات کی ضرورت

محترمہ وزیر اعظم صاحبہ! بحوالہ شریعت بل منظور شدہ قومی اسمبلی و سینٹ اپریل ۱۹۹۱ء نکات (۹، ۱۲) کے تحت حکومت وقت ابلاغ عامہ کو اسلامی اقدار کے فروغ کا ذریعہ بنانے و فحاشی، عریانی پھیلانے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے منفی تمام مواد کی نشر و اشاعت کو ممنوع قرار دینے کے لیے قانونی و انتظامی اقدامات کرنے کی پابند تھی۔ مگر افسوس کہ حکومت نے ذرائع ابلاغ کے تمام اداروں کو اسلامی اقدار و نظریات کے فروغ کے بجائے ان کے خلاف "جنگ" کرنے کی کھلی چھٹی دی ہوئی ہے اس پر مستزاد یہ کہ اس "جنگ" میں مغربی ذرائع ابلاغ کو ان کا معاون بنا دیا ہے۔

برایں وجہ ہم آپ سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ شریعت بل پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ۔

۱۔ نشر و اشاعت کے سرکاری وغیر سرکاری اداروں کو قانونی و انتظامی لحاظ سے پابند کیا جائے کہ وہ ٹی وی و ریڈیو پر نشر ہونے والے تمام پروگراموں مع اشتہارات نیز اخبارات اور رسائل وجرائد میں شائع ہوتے والے جملہ مواد کو اسلامی تہذیب ، اخلاقیات وروایات کے فروغ کے پاسبان وامین بنائیں نہ کہ زوال پذیر بیمار مغربی تہذیب کی نقالی کے علمبردار و آلہ کار ۔

۲۔ سرکاری و پرائیویٹ ٹی وی چینلز (PTV 1-2 NTM STN) سے تمام غیر ملکی پروگراموں کی نشریات پر فی الفور پابندی عائد کی جائے ۔ حسب ضرورت غیر ملکی سائنسی ومعلوماتی پروگراموں کو اردو و علاقائی زبانوں میں منتقل کر کے دکھایا جائے ۔

۳۔ ڈش اینٹینا کے استعمال کو پورے ملک میں ممنوع قرار دیا جائے ۔

۴۔ سپریم اپیلیٹ عدالت (جسٹس نعیم الدین سربراہ) کی سفارشات اکتوبر ۱۹۹۱ء کے مطابق اخلاق سوز جرائم وجنسی تشدد پر مبنی پاکستانی وغیر ملکی فلموں کی نمائش فوری طور پر موقوف کی جائے ۔

۵۔ گلی کوچوں میں چلنے والے ویڈیو شاپس و فلموں کے کاروبار کا یکسر خاتمہ کیا جائے ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور ہماری مدد فرمائے ۔ (آمین) والسلام ۔

جناب صوفی رشید احمد کا سانحۂ ارتحال ۔

حضرت مولانا فضل محمد صاحب مرحوم بانی جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کے بڑے صاحبزادے حضرۃ مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کے بڑے بھائی جناب صوفی رشید احمد عید الاضحیٰ کے دن صبح ۴ بجے وفات پاگئے مولانا فضل محمد صاحب مرحوم جب دیوبند دورہ حدیث کیلئے مع اہلیہ تشریف لے گئے تو مولانا رشید احمد صاحب اس وقت دیوبند میں پیدا ہوئے تھے میاں اصغر حسین صاحب نے کان میں اذان دی تھی ۔ مرحوم نہایت ہی ملنسار ، خوش اخلاق اور ہر دلعزیز آدمی تھے جامعہ میں شعبہ تعمیرات کے انچارج تھے قارئین سے مرحوم کیلئے مغفرت و بلندی درجات کی دعا کی درخواست ہے ۱۰ ذوالحج کو رات بعد نماز مغرب جامعہ کے وسیع احاطہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی بانی مرحوم کے پرانے رفیق کار مفتی عبداللطیف ہزاروی نے نماز جنازہ پڑھائی جنازہ میں بیشمار شعبہ ہائے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ جنازہ میں شریک ہوئے حضرۃ مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے تشریف لے گئے انکی عدم موجودگی میں سانحۂ ارتحال اور حادثہ انتقال پیش آیا مرحوم نے پسماندگان میں ۲ بیٹے اور ۲ بیٹیاں چھوڑیں ۔ والسلام ۔ حافظ ولی محمد مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر ۔

o ــــ رسالہ الحق جو خدمات انجام دے رہا ہے وہ ایک جہاد سے کم نہیں ۔ چونکہ یہ زمانہ تلوار کی جنگ کا نہیں لیکن قلم کا جہاد ضرور ہے ۔ آپ کو اللہ نے اس کی توفیق دی ہے ۔ اکرام اللہ بٹ ۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرۂ کتب

درس قرآن افادات حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ، ۔ ۲۸ جلدیں مکمل ہدیہ ۱۴۰۰ روپے ۔ ناشر: دارالاشاد مدنی روڈ اٹک شہر

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ، الامام الاہوری رح کے خلیفہ اجل، محقق مصنف روحانی مربی، دردِ دل رکھنے والے مصلح امت اور مخلص داعی ہیں ان کا نام آتے ہی اخلاص، سوز و گداز اور اللہ تعالیٰ کے دین کی خیر خواہی اور تبلیغ و مدافعت کا روشن تصور مجسم ہوکر سامنے آجاتا ہے حلقہ ہائے رشد و ہدایت کی وسعتوں کے علاوہ ان کی بلند پایہ تصانیف اس کا شاہد عدل ہیں ان کی تمام تر مساعی اور شب و روز کے مشاغل کا بنیادی ہدف قرآن کی اشاعت و تبلیغ اور قرآنی تعلیمات کی ترویج ہے، درس قرآن مکمل (۲۸ جلدیں) بھی اس سلسلہ مقدس کی ایک سنہری کڑی ہے جس کی بیشتر جلدوں پر الحق کے صفحات میں تبصرہ و تعارف شائع ہوچکا ہے یہ سلسلہ درس واہ کینٹ کے احباب کے اصرار پر اپریل ۱۹۶۲ء میں شروع ہوا بالآخر مئی ۱۹۹۲ء میں اختتام پذیر ہوا جناب عثمان غنی بی اے بڑے اہتمام کے ساتھ اسے برابر کیسٹ سے نقل کرکے مرتب کرتے رہے اور "دارالاشاد" اٹک اسے شائع کرتا رہا۔ اب اٹھائیسویں جلد کی اشاعت سے درس قرآن مکمل ہوکر منظر عام پر آگیا ہے سادہ و سلیس ترجمہ، ربطِ آیات، اصلاح و موعظت کے اسباق، رشد و ہدایت کے مضامین، ضروری فقہی مسائل کا استخراج، دل پر اثر کرنے والے خلاصے، مستند تفاسیر سے اخذ و استنباط، سلفِ صالحین کا مسلکِ اعتدال، ذہنی اور فکری تربیت کی تحریری غرض ہر جلد علوم الٰہیہ کا گنجینہ اور اسلامی معارف کا خزینہ ہے کسی لائبریری، کسی گھر اور کسی بھی اصلاحی اور تعلیمی حلقے کو اس سے خالی نہیں ہونا چاہیئے ائمہ مساجد اور خطباء اپنے یومیہ درسی معمولات میں اسے شامل کریں لکھے پڑھے حضرات اپنے تعلیمی حلقوں میں اس کے پڑھنے اور افادہ و استفادہ کا معمول بنالیں کہ اس سے بڑھ کر اصلاح انقلاب امت کا اور بہترین راستہ کونسا ہوسکتا ہے عمدہ طباعت، مضبوط جلد بندی معیاری کاغذ، شدید مہنگائی کے اس دور میں قیمت معقول ہے مگر مدرسین اور طلبہ کے لیے مزید خصوصی رعایتی ہدیہ ۱۰۰۰ + ڈاک خرچ ۷۳ روپے پیشگی بھیجنے پر مکمل سیٹ کی ترسیل اس پر مستزاد۔

ہماری نظر میں (جلد اوّل) ترتیب جناب طالب الہاشمی صاحب صفحات ۵۰۸ ۔ قیمت ۹۵ روپے
ناشر: احسنات اکیڈمی۔ منصورہ ۔ لاہور ۔

جناب طالب الہاشمی، بزرگ اہل قلم سو سے زائد کتابوں کے مصنف، علم و ادب، اور تحریر و تصنیف کے منجھے ہوئے شناور اور ملک کے معروف ادیب اور اسلامی مورخ ہیں "ہماری نظر میں" ان کا تازہ ترین تالیفی شاہکار ہے، دراصل اس کتاب کا نام ماہنامہ فاران کراچی کے ایک مستقل سلسلہ تحریر کا عنوان ہے جسے پرچے کے بانی و مدیر مولانا ماہر القادری مرحوم خود لکھا کرتے تھے وہ اس عنوان کے تحت اپنے موقر جریدہ میں کتابوں پر تبصرہ کیا کرتے تھے موصوف مروجہ تبصروں عمومی قسم کے جملوں اور کتاب کی توصیف و تعریف سے ہٹ کر کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھ کے اس کے حسن و قبح پر اظہار خیال کیا کرتے تھے موصوف جس کتاب پر تبصرہ کرتے معلوم ہوتا کہ انہیں اس موضوع پر ماہرانہ گرفت حاصل ہے زبان و بیان کے مختلف اسالیب اور رموز و نکات سے بخوبی آشنا ہیں وہ زیر تبصرہ کتاب کے معایب اور محاسن کا مدلل محاکمہ کرتے تھے ان کے تبصرے فکر انگیز، بے لاگ اور معلومات کا خزینہ ہوتے تھے تنقید و تبصرہ کے معاملہ میں وہ کسی دوست، دشمن سے رو و رعایت کے قائل نہ تھے جہاں خوبیوں کی دل کھول کر تحسین کرتے وہاں نقائص پر گرفت بھی سختی سے کرتے۔ یہ تبصرے علم و فن کے قائین اور ارباب ذوق کے لیے درس و استفادہ کے لحاظ سے خاصے کی چیز تھے ہر دور میں ان سے، استفادہ کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرما دے معروف اسلامی تذکرہ نگار طالب الہاشمی کو، کہ انہوں نے۔ ان وقیع اور عظیم تبصروں اور علم دفن کے اس شہ پارہ کو مرتب کر کے معلومات کے اس خزینہ کو محفوظ کر کے علمی مطالعاتی تاریخی تحقیقی اور ادبی حلقوں تک پہنچا دیا محترم مرتب اس حسن انتخاب اور حسن ترتیب اور ناشر اس کی اشاعت پر ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں اردو ادب اور فن تبصرہ نگاری میں یہ کتاب گرانقدر اضافہ ہے طلبہ ہی نہیں علماء، اساتذہ، ادیب، صحافی اور مورخ اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور علم وفن کی اصلاح کا استفادہ بھی ہوگا منہگائی کے عروج کے اس دور میں قیمت بھی واجبی ہے۔

الاستفتاء حصہ اوّل ودوم تالیف: مولانا ابراہیم یوسف باوا رنگونی مدظلہ ۔
کاغذ: بہترین آرٹ پیپر، کتابت وطباعت، نہایت عمدہ، قیمت: ۲ پونڈ

ناشر: IDARA ISSTRATTON RUAD SLOSTER ENGLAND

حضرت باوا صاحب قابل رشک ومبارک بزرگ ہیں جو کفر و شرک کے اڈے میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے اسلامی اصلاحی و تبلیغی کتب شائع کر رہے ہیں جن کی مساعی تاریخ کی ایک مثال ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی نے

(بقیہ ص۵۵ پر)
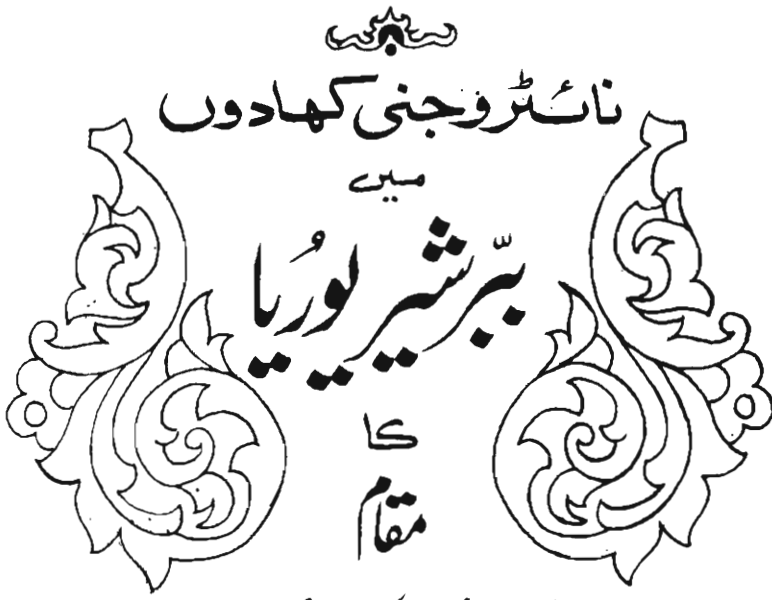
ببّر شیر یوریا کی خصوصیات

★ ہر قسم کی فصلات کے لئے کارآمد۔ گندم، چاول، مکئی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات، چارہ اور پھلوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

★ اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور باربرداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔

★ دانہ دار (پرلڈ) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

★ فاسفورس اور پوٹاش کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔

★ ملک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

داؤد کارپوریشن لیمیٹڈ

(شعبۂ زراعت)

الفلاح - لاہور

فون نمبر 57876 سے 57879

REGD. NO. F-90

AL-HAQ
فرمانِ رسول..
حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمّت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:
جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
مساجد میں شور مچایا جائے۔
قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
نشہ آور اشیاء کھُلم کھُلا استعمال کی جائیں۔
مرد ابریشم پہنیں۔
آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔
تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سُرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی ۔ باب علامات الساعۃ)
منجانب
داؤد ھرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ